نمازِ وِتر و تہجّد

〈قرآن وحدیث اور اقوالِ آئمہ کی روشنی میں〉

تحریر

ابوعدنان محمد منیر قمر

(ترجمان سپریم کورٹ الخبر، سعودی عرب)

ناشر

توحید پبلیکیشنز۔ بنگلور

E-BOOK

نامِ کتاب	**نمازِ وِتر و تہجد**
تالیف	ابو عدنان محمد منیر قمر نواب الدین
کمپوزنگ	ابو صفیہ + ابو عبداللہ
طبع اول	۱۴۲۳ھ ، ۲۰۰۲ء
ناشر	توحید پبلیکیشنز، بنگلور، انڈیا

نوٹ

یہ رسالہ (E-Book) دراصل ہماری ایک مستقل کتاب ''نمازِ پنجگانہ کی رکعتیں مع وتر و تہجّد و جمعہ'' کا ایک حصّہ ہے اور یہ خصوصی طور پر انٹرنیٹ کے لئے تیار کیا گیا ہے تاکہ دنیا بھر کے مختلف حصوں میں رہنے والے مسلمان بھائی استفادہ حاصل کر سکیں۔

ابو عدنان محمد منیر قمر

رابطہ: E-Mail:tawheed_pbs@hotmail.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ

﴿ اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰہِ نَحْمَدہ، وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَ مِنْ سَیِّـٰاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْ فَلَا ھَادِیَ لَہ، وَ اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ ﴾

اَمَّا بَعْدُ:

معزز قارئین! اسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ:

نمازِ پنجگانہ کے فرائض کے علاوہ شروع یا آخر میں یا دونوں ہی جگہ کچھ سنتیں بھی ہیں جن میں سے بعض مؤکّدہ اور بعض غیر مؤکّدہ ہیں۔ اسی طرح نمازِ وتر و تہجد بھی ہیں۔

زیرِ نظر کتاب میں اسی نمازِ وتر و تہجد کی تفصیل مذکور ہے۔ یہ رسالہ ہماری ایک قدرے مفصّل کتاب ''نمازِ پنجگانہ کی رکعتیں مع نمازِ وتر و تہجّد و جمعہ'' کا حصّہ ہے، جو الگ سے شائع ہو چکی ہے۔

یہ کتاب دراصل ہماری کچھ ریڈیائی تقاریر کا مجموعہ ہے جو ریڈیو متحدہ عرب امارات ام القیوین کی اردو سروس سے نشر ہونے والے ہمارے روزانہ کے پروگرام ''دین و دنیا'' کے تحت نشر کی گئی تھیں۔

اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے ہماری لختِ جگر شکیلہ قمر کو کہ اس نے ہماری تقاریر کے اسکرپٹس کو اس کتابی شکل میں ڈھال کر قارئین کیلئے باعث استفادہ بنا دیا ہے اللہ تعالیٰ اسے ہمارے اور اس کی طباعت و اشاعت میں کسی بھی رنگ میں حصہ لینے والے ہر شخص کیلئے اجر و ثوابِ دارین کا ذریعہ بنائے اور اسے شرفِ قبول سے نوازے۔ آمین

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

۸/رمضان المبارک ۱۴۲۳ھ
۱۳/نومبر ۲۰۰۲ء

ابوعدنان محمد منیر قمر نواب الدین
ترجمان سپریم کورٹ، الخبر
وداعیہ متعاون، مراکز دعوت وارشاد
الدمام، الخبر، الظہران (سعودی عرب)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فضائل نمازِ وتر: وِتر ایک مستقل بالذّات نماز ہے، جسے نمازِ عشاء کے ساتھ کچھ اس انداز سے جوڑ دیا گیا ہے کہ گویا وہ نمازِ عشاء کا ہی حصہ ہو حالانکہ ایسا نہیں بلکہ نبی اکرم ﷺ نے وِتر کو مستقل نماز قرار دیا اور اس نماز کی بہت زیادہ فضیلت و اہمیت بیان فرمائی ہے اور اس نماز کو عشاء کے ساتھ جوڑ دینے کا سبب دراصل یہ ہے کہ اس نماز کا وقت نمازِ عشاء کے بعد سے شروع ہو کر طلوعِ فجر تک رہتا ہے۔ عَلیٰ کُلِّ حَال اس نماز کی فضیلت و اہمیت کا اندازہ اسی بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ ابوداؤد، ترمذی اور سنن دارمی غیرہ میں ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

((اِنَّ اللّٰہَ قَدْ اَمَدَّ کُمْ بِصَلَاۃٍ وَھِيَ الْوِتْرُ فَصَلُّوْھَا فِیْمَا بَیْنَ اَجْوَاءِ الْعِشَاءِ اِلیٰ طُلُوْعِ الْفَجْرِ))[1]

”اللہ تعالیٰ نے ایک نماز کے ذریعے تمہاری مدد فرمائی ہے اور وہ نمازِ وِتر ہے۔

اسے عشاء اور طلوعِ فجر کے مابین پڑھا کرو۔“

اسی طرح بعض دیگر روایات سے بھی وِتروں کی فضیلت کا پتہ چلتا ہے، جن میں سے اکثریت کی اسناد متکلّم فیہ ہیں مثلاً ابوداؤد ، ترمذی اور نسائی میں ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

﴿اَلْوِتْرُ لَیْسَ بِحَتْمٍ کَصَلٰوتِکُمُ الْمَکْتُوْبَۃِ وَلٰکِنْ سَنَّ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ وَقَالَ اِنَّ اللّٰہَ وِ تْرٌیُحِبُّ الْوِتْرَفَاَوِ تْرُوْیَا اَھْلَ الْقُرْآنِ﴾[2]

”نمازِ وتر تمہاری فرض نمازوں کی طرح حتمی تو نہیں، لیکن اسے اللہ کے

رسول ﷺ نے اپنایا اور فرمایا: اللہ وِتر (طاق) ہے اور وہ اکائی (نمازِ وِتر) کو محبوب رکھتا ہے۔ اے اہلِ قرآن (مسلمانو)! وِتر پڑھا کرو۔''

ابوداؤد، نسائی، صحیح ابن حبان اور دارقطنی وغیرہ میں حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ایک موقوف روایت میں آیا ہے:

اَلْوِتْرُ حَق۔ وِتر حق ہے۔

ابوداؤد کے الفاظ ہیں :

اَلْوِتْرُ حَقٌّ عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ وِتر ہر مسلمان پر حق (ثابت) ہے۔

ابن المنذر کی روایت میں ہے:

اَلْوِتْرُ حَقٌّ وَلَیْسَ بِوَاجِبٍ [3] وِتر حق ہے لیکن واجب نہیں۔

یہ روایت مرفوعاً مذکور ہے مگر امام شوکانیؒ نے نیل الاوطار میں لکھا ہے کہ کبار محدّثین میں سے ابوحاتم ذہلی، دارقطنی اور بیہقی نے اس کے موقوف ہونے کو صحیح قرار دیا ہے اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے بھی اسی کی تائید کی ہے۔[4]

ابوداؤد ومستدرک حاکم میں ہے:

((اَلْوِتْرُ حَقٌّ فَمَنْ لَّمْ یُوْتِرْ فَلَیْسَ مِنَّا)) [5]

''وِتر حق ہے اور جو شخص وِتر نہیں پڑھتا وہ ہم میں سے نہیں۔''

مسند احمد، طبرانی، دارقطنی اور بیہقی میں ہے:

((ثَلَاثٌ عَلَيَّ فَرَائِضُ وَلَكُمْ تَطَوُّعٌ اَلنَّحْرُ وَالْوِتْرُ وَرَكْعَتَا الْفَجْرِ.)) [6]

''تین چیزیں میرے لئے فرض اور تمہاری نسبت تطوّع (یعنی سنت) ہیں
قربانی، نمازِ وتر اور فجر کی دو رکعتیں۔''

ان مختلف روایات سے نمازِ وتر کی اہمیت واضح ہوجاتی ہے اور اہلِ علم نے فجر کی سنتوں اور نمازِ وتر میں سے کسی ایک کی افضیلت میں مختلف آراء ظاہر کی ہیں۔ بعض نے فجر کی سنتوں کو افضل کہا ہے اور بعض نے وِتر کو۔ جبکہ اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ دیگر نفلی نمازوں حتیٰ کہ نمازِ پنجگانہ کے ساتھ والی تمام موکّدہ سنتوں سے یہ دونوں زیادہ تاکید والی اور افضل ہیں۔

اِسی طرح نمازِ فجر کی سنتوں اور نمازِ وتر کی فضیلت و اہمیت کا اس بات سے بھی اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے سفر و حضر، کسی موقع پر بھی انہیں ترک نہیں کیا اور ان دونوں کی قضاء بھی ثابت ہے اور ان دونوں کے فضائل میں متعدد احادیث ہیں، یہی وجہ ہے کہ ان دونوں کے بارے میں اہلِ علم اس پہلو میں بھی دو رائے رکھتے ہیں کہ آیا یہ دونوں واجب ہیں یا سنتِ موکّدہ؟ بعض نے فجر کی سنتوں کو اور نمازِ وتر کو واجب قرار دیا ہے، جبکہ جمہور ائمہ، علماء و فقہاء اور اہلِ علم ان دونوں کو سنتِ مؤکّدہ کہتے ہیں۔ اگرچہ یہ دیگر مؤکّدہ سنتوں سے بھی زیادہ مؤکّدہ، افضل اور اہم ہیں جیسا کہ ان کے فضائل میں وارد ہونے والے ارشاداتِ نبوی ﷺ سے پتہ چلتا ہے۔

نمازِ وتر کا حکم، سنتِ مؤکّدہ

<u>قائلینِ وجوب اور انکے دلائل</u>: حضرت امام ابوحنیفہؒ وجوب کے قائل ہیں اور ان کا استدلال ان احادیث سے ہے جو وِتر کے فضائل کے ضمن میں ذکر ہوئی ہیں مثلاً ارشادِ نبوی

ﷺ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک نماز کے ساتھ تمہاری مدد فرمائی ہے جو کہ نمازِ وِتر ہے، اس حدیث میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ وہ نماز تمہارے لئے سرخ اونٹوں سے بہتر ہے۔ ے

اس حدیث میں فضیلت تو مذکور ہے مگر یہ وجوب کا پتہ نہیں دیتی اور اگر ایسی فضیلت کو وجوب کی دلیل بنایا جا سکتا ہو تو پھر فجر کی سنتوں کی ایک طرح سے اس سے بھی زیادہ فضیلت بیان ہوئی ہے۔ کیونکہ بخاری و مسلم کی صحیح حدیث میں نبی اکرم ﷺ نے انہیں ﴿**خَيْرٌ مِّنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيْهَا**﴾ قرار دیا ہے اور ظاہر ہے ﴿**دُنْيَا وَمَافِيْهَا**﴾ سے بہتر چیز، سرخ اونٹوں سے بہتر چیز سے افضل ہوگی، کیونکہ سرخ اونٹ تو دنیا کا جزء ہیں اور جزء کی کل کے مقابلہ میں جو حیثیت ہے وہ واضح ہے اور اتنی بڑی فضیلت ہونے کے باوجود سنتوں کو زیادہ سے زیادہ مؤکّدہ ہی کہا گیا ہے نہ کہ واجِب اِسی طرح ایک حدیث میں ہے:

((اَلْوِتْرُ وَاجِبٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ))

''وِتر ہر مسلمان پر واجب ہے۔'' ۸

اس حدیث کی سند میں جابر جعفی ہے جو جمہور علماء کے نزدیک ضعیف ہے اور اگر حدیث صحیح ہوتی (یا بالفرض اسے صحیح مان بھی لیا جائے) تو پھر ایک اعتراض و اشکال وارد ہوتا ہے کہ غسلِ جمعہ کے بارے میں بھی صحیح بخاری و مسلم اور ابو داؤد و نسائی وغیرہ میں ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

((غُسْلُ يَوْمِ الْجُمُعَةِ وَاجِبٌ عَلٰى كُلِّ مُحْتَلِمٍ)) ۹

''یوم جمعہ کا غسل ہر بالغ پر واجب ہے۔''

جبکہ جمہور علماء سلف و خلف اور تمام فقہاء کے نزدیک غسلِ جمعہ واجب نہیں بلکہ مستحب ہے۔ ۱۰

واجب کے واضح لفظ کو استحباب پر محمول کرنے کے قرینے بھی موجود ہیں جنہیں جمہور کی طرف سے امام شوکانی نے نیل الأوطار میں بالتفصیل نقل کیا ہے۔[11]

وہی قرینے وِتر کے بارے میں وارد ہونے والے لفظِ واجب کو سنت کی طرف پھیرنے کے بھی موجود ہیں۔

بعینہ ﴿اَلْوِتْرُ حَقٌّ﴾ والی حدیث کا معاملہ ہے کہ اسے بھی وِتر کے واجب ہونے کی دلیل کہا گیا ہے جبکہ غسلِ جمعہ کے بارے میں بھی یہ لفظ صحیح بخاری و مسلم میں موجود ہے، ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

((حَقٌّ عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ اَنْ یَّغْتَسِلَ فِيْ کُلِّ سَبْعَةِ اَیَّامٍ یَوْماً)) [12]

''ہر مسلمان پر سات دنوں میں ایک دن (یومِ جمعہ) کا غسل حق ہے۔''

امام بغویؒ نے شرح السنہ میں حدیث ''الوِتر حق'' نقل کر کے حق کے معنی کی وضاحت کی ہے کہ عام علماء کے نزدیک اس سے مراد انگیخت اور ترغیب ہے۔[13]

اسی طرح ہی حدیث میں بعض دیگر روایات ہیں جو بظاہر تو وِتر کے وجوب کا پتہ دیتی ہیں مگر ہر کسی کے ساتھ قرینۂ صارفہ عن الوجوب موجود ہونے کی وجہ سے باقی تینوں آئمہ اور جمہور علماء وفقہاء نے نمازِ وِتر کو سنتِ مؤکّدہ ہی قرار دیا ہے اور جمہور کے دلائل کی قوت کے پیشِ نظر ہی خود امام صاحب کے دونوں شاگردانِ خاص امام ابو یوسف اور امام محمد بھی وِتر کے سنتِ مؤکّدہ ہونے کے ہی قائل ہیں جیسا فتح الباری شرح صحیح بخاری میں شیخ ابو حامد غزالی کے حوالہ سے حافظ ابن حجر عسقلانی نے نقل کیا ہے۔[14]

صاحبین کا یہی مسلک خود احناف کی اپنی معتبر کتاب ہدایہ میں بھی منقول ہے۔[15]

غیر واجب کہنے والے اور انکے دلائل: آئمہ ثلاثہ اور جمہور علماء وفقہاء کے نزدیک وِتر واجب نہیں بلکہ سنت ہے، کیونکہ ایک تو وجوب پر دلالت کرنے والی اکثر احادیث سند کے لحاظ سے ضعیف ہیں۔[۱۶]

بعض سے مطلوب ثابت نہیں ہوتا، جبکہ کتنی ہی دیگر احادیث عدمِ وجوب پر دلالت کرتی ہیں جن میں سے بعض فضائلِ وِتر کے ضمن میں بھی گزری ہیں مثلاً یہ کہ وِتر تمہاری فرض نمازوں کی طرح حتمی نہیں بلکہ یہ تمہارے نبی کی سنت ہے اور ایک حدیث میں قربانی نماز وِتر اور فجر کی سنتوں کو آپ ﷺ نے تطوّع قرار دیا ہے۔[۱۷]

وِتروں کے عدمِ وجوب پر ہی صحاح ستہ اور تقریباً تمام ہی کتبِ حدیث میں حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی مروی وہ حدیث بھی دلالت کرتی ہے، جسمیں ہے:

((إِنَّ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ أَوْ تَرَ عَلیٰ بَعِیْرِہٖ)) [۱۸]

”نبی ﷺ نے اپنے اونٹ پر نمازِ وِتر ادا فرمائی۔“

بخاری شریف کے الفاظ ہیں:

((یُوْتِرُ عَلیٰ رَاحِلَتِہٖ))

”آپ ﷺ اپنی سواری پر وِتر پڑھا کرتے تھے۔“

آپ ﷺ سے تطوّع کے سوا کوئی فریضہ سواری پر ادا کرنا ثابت نہیں۔

اسی طرح بخاری و مسلم میں ہے کہ آپ ﷺ نے ایک اعرابی کو شب و روز میں پانچ نمازیں فرض ہونے کا بتایا تو اس نے پوچھا کیا ان کے علاوہ بھی مجھ پر کوئی نماز (واجب) ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا:

((لَا، اِلَّا اَنْ تَطَوَّعَ))[19]

''نہیں، سوائے اسکے کہ تو تطوُّع (یعنی سنت و نفل) پڑھے۔''

ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ، دارمی اور مؤطأ امام مالک و مسند احمد میں حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی حدیث میں واضح صراحت موجود ہے کہ وِترِ واجب نہیں بلکہ تطوُّع وسنت مؤکّدہ ہیں۔[20]

☆اس مقام پر یہ بات ذہن نشین رہے کہ احناف کے نزدیک فرض اور واجب دو الگ الگ چیزیں ہیں، واجب کا درجہ فرضوں سے کم اور سنتِ مؤکّدہ سے زیادہ ہے، جبکہ دوسروں کے یہاں فرض و واجب ہم معنیٰ لفظ ہیں اور انکے مابین کوئی فرق نہیں۔اور مذکورہ فرق کو ثابت کرنا محتاجِ دلیل ہے جیسا کہ حافظ ابن حجر نے یہ کہہ کر اشادہ کیا ہے:

((وَهَذَايَتَوَقَّفُ عَلىٰ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ يُفَرِّقُ بَيْنَ الْفَرْضِ وَالْوَاجِبِ))[21]

''یہ معاملہ اس بات پر موقوف ہے کہ کیا حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرض اور واجب کے مابین فرق کیا کرتے تھے؟''

<u>نمازِ وِتر کا وقت:</u> نمازِ وِتر کا وقت کونسا ہے؟ اس سلسلہ میں نبی اکرم ﷺ کے متعدد ارشادات ہیں، جن سے پتہ چلتا ہے کہ اسکے وقت میں کافی وسعت ہے، جو نمازِ عشاء سے طلوعِ فجر تک ہے جیسا کہ ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ، دارقطنی، بیہقی اور مستدرک حاکم وغیرہ میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے نمازِ وِتر کی فضیلت بیان فرمائی اور اسکے وقت کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا:

((فَصَلُّوْهَا فِيْمَا بَيْنَ الْعِشَاءِ إِلىٰ طُلُوْعِ الْفَجْرِ)) ۲۲

''اسے نمازِ عشاء اور طلوع فجر کے مابین پڑھو۔''

اس نماز کے وقت میں وسعت کا اندازہ صحیح بخاری و مسلم اور ترمذی وغیرہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس حدیث سے لگایا جاسکتا ہے، جسمیں وہ حضرت مسروق کے پوچھنے پر بتاتی ہیں:

((مِنْ كُلِّ اللَّيْلِ قَدْ اَوْتَرَ اَوَّلِهٖ وَاَوْسَطِهٖ وَآخِرِهٖ))

''نبی ﷺ نے رات کے ہر حصہ میں نمازِ وتر ادا فرمائی، ابتدائی حصہ میں بھی، وسطِ شب میں بھی اور رات کے آخری حصہ میں بھی۔''

اور آخر میں وہ فرماتی ہیں:

((فَانْتَهىٰ وِتْرُهٗ حِيْنَ مَاتَ فِي السَّحَرِ)) ۲۳

''اور آپ ﷺ نے جن دنوں وفات پائی اس وقت تک آپ ﷺ سحری کے موقع پر وتر کو پڑھنا اختیار فرما چکے تھے۔''

نمازِ وتر کے وقتِ اداء کی انتہاء کا ذکر کرتے ہوئے صحیح مسلم، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ وغیرہ میں ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

((اَوْتِرُوْا قَبْلَ اَنْ تُصْبِحُوْا)) ۲۴

''صبح ہونے سے پہلے پہلے نمازِ وتر پڑھ لو۔''

افضل تو یہی ہے کہ وتر کی نماز رات کے آخری حصّہ میں طلوعِ فجر کے قریب پڑھی جائے لیکن جس شخص کو اندیشہ ہو کہ وہ رات کے آخری حصہ میں نہیں اٹھ سکے گا۔ اسکے لئے یہی

بہتر ہے کہ وہ نمازِ عشاء کے بعد رات کے شروع حصہ میں ہی وِتر پڑھ لے، کیونکہ صحیح مسلم ،ترمذی،ابن ماجہ اور مسند احمد میں ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

((مَنْ خَافَ اَلَّا یَقُوْمَ آخِرَ اللَّیْلَ فَلْیُوْ تِرْ اَوَّلَهٗ وَمَنْ طَمَعَ اَنْ یَّقُوْمَ آخَرَهٗ فَلْیُوْ تِرْ آخِرَهٗ))

’’تم میں سے جس شخص کو یہ اندیشہ ہو کہ وہ رات کے آخری حصہ میں نہیں جاگ سکے گا تو اسے چاہیئے کہ وہ رات کے پہلے حصہ میں ہی وِتر پڑھ لے اور جسے آخر رات کے قیام کا شوق و طمع ہو، اسے چاہیئے کہ وہ رات کے آخری حصہ میں وِتر پڑھے۔‘‘

آگے آپ ﷺ نے رات کے آخری حصہ یعنی سحری کے قیام و تہجد کی فضیلت وخصوصیت بیان کرتے ہوئے فرمایا:

((فَاِنَّ صَلٰوۃَ اللَّیْلِ مَشْهُوْدَۃٌ وَذَالِکَ اَفْضَلُ))۲۵

’’بیشک رات کے آخری حصہ کی نماز میں فرشتے آتے ہیں اور یہی افضل ہے۔‘‘

البتہ آخر رات کو نہ اٹھ سکنے کے خدشہ سے محفوظ رہنے کیلئے ہی نبی اکرم ﷺ نے سونے سے پہلے وِتر پڑھ لینے کی وصیت فرمائی ہے جیسا کہ صحیح بخاری و مسلم وغیرہ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

((اَوْصَانِیْ خَلِیْلِیْ بِثَلاَثٍ: صِیَامُ ثَلاَثِ اَیَّامٍ مِنْ کُلِّ شَهْرٍ))

’’میرے خلیل (نبی ﷺ) نے مجھے خاص طور پر تین باتوں کی وصیت فرمائی: ہر مہینے کے تین روزے رکھنا۔‘‘

یاد رہے کہ یہ تین روزے چاند کی تیرہ، چودہ اور پندرہ تاریخ کے روزے ہیں جنہیں ''ایامِ بیض'' کے روزے کہا گیا ہے اور دوسری وصیت ہے:

((وَرَكْعَتَىِ الضُّحٰى))

''صلوۃ الضحیٰ یعنی چاشت کی دو رکعتیں۔''

اور تیسری وصیت تھی:

((وَأَنْ أُوْتِرَ قَبْلَ اَنْ اَنَامَ)) [۲۶]

''اور یہ کہ سونے سے پہلے میں وِتر پڑھ لیا کروں۔''

نقضِ وِتر: اگر کوئی شخص رات کے آخری حصّہ میں نہ اٹھ سکنے کے خدشہ سے وِتر پڑھ کر سوئے، مگر تہجد کے وقت پھر سے جاگ جائے۔ وہ اب کیا کرے؟ کیا دو دو کر کے صرف نوافل ہی پڑھتا رہے یا پھر ایک رکعت پڑھ کر رات کے پڑھے ہوئے وِتر کو توڑ کر شفع یا جفت بنالے اور آخر میں پھر سے وِتر پڑھے؟ اس سلسلہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں دونوں طرف لوگ تھے۔ حضرت عمر، عثمان، علی، ابن مسعود، ابن عمر، ابو ہریرہ، اسامہ اور سعد بن مالک رضی اللہ عنہم اس بات کے قائل ہیں کہ وِترِ اول کو توڑ لے۔ امام اسحاق بن راہویہ کا بھی یہی مسلک ہے۔ اس مسلک والوں کے پاس اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ پہلے وِتر توڑنے سے واقعی ٹوٹ جائیں گے؟ اور ایک عرصہ کے بعد کی پڑھی ہوئی ایک رکعت پہلے کے پڑھے ہوئے وِتروں کے ساتھ جا کر جڑ جائے گی؟

سیدھی سی بات ہے کہ اگر اٹھ ہی جائے تو پھر دو دو کر کے رکعتیں پڑھتا رہے اور اسکا ثبوت بھی خود نبی ﷺ سے ملتا ہے کہ آپ ﷺ نے وِتروں کے بعد دو رکعتیں پڑھی ہیں،

جیسا کہ آگے آ رہا ہے۔

عدمِ نقض: جبکہ صحابہ کی دوسری ایک جماعت اس بات کی قائل رہی ہے کہ پہلے پڑھے ہوئے وِتروں کو توڑا نہ جائے اور پچھلی رات اٹھ جانے پر دو دو رکعتیں کر کے ہی پڑھتا رہے۔ ان میں سے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا، انکے والد خلیفہء اوّل حضرت ابوبکر صدیق، حضرت سعد بن ابی وقاص اور حضرت عمارہ وغیرہ صحابہ رضی اللہ عنہم ہیں:

قائلینِ نقض: جس جماعت کا خیال ہے کہ ایک رکعت پڑھ کر رات کی نمازِ وِتر کو شفع یعنی جفت کر لے اور آخر میں وِتر پڑھے، تا کہ رات کی آخری نماز وِتر ہو جائے اور جفت بنا لینے کی شکل میں ایک رات میں دو دفعہ وِتر پڑھنے کی نوبت نہ آئے۔ ان کا استدلال ان احادیث سے ہے، جن میں سے ایک تو ابوداؤد، ترمذی اور نسائی میں ہے، جسمیں نبی ﷺ کا ارشاد ہے:

((لَا وِتْرَانَ فِيْ لَيْلَةٍ)) [۲۷]

''ایک رات میں دو وِتر نہیں۔''

دوسری حدیث صحیح بخاری وغیرہ میں ہے، جسمیں ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

((اِجْعَلُوْا آخِرَ صَلَاتِكُمْ بِاللَّيْلِ وِتْراً)) [۲۸]

''رات کی اپنی آخری نماز وِتر کو بناؤ۔''

ان دونوں حدیثوں سے وجہِ استدلال یہ ہے کہ وِتر کو رات کی آخری نماز بنانے کا حکم نبی ﷺ نے دیا ہے اور رات کو وِتر پڑھ کر سونے والا جب سحری کو اٹھ جائے تو اس حدیث کی رو سے وہ نفل نہیں پڑھ سکتا اور اگر نفل پڑھنے لگے اور آخر میں پھر وِتر پڑھے تو پہلی حدیث کے

خلاف ہو جاتا ہے کہ اس نے ایک رات میں دو دفعہ وِتر پڑھ لئے، لہذا ان کے نزدیک ایسے شخص کو پہلے پڑھے ہوئے وِتر توڑ دینے چاہییں۔

قائلینِ عدمِ نقض: جبکہ صحابہ کی دوسری جماعت جو اس بات کی قائل ہے کہ ایسا شخص صرف نفل ہی پڑھتا رہے' اسے دوبارہ وِتر پڑھنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ صحابہ کی اس جماعت کا مذہب ہی راجح ہے، کیونکہ اکثر اہلِ علم اسی کے قائل ہیں، چاروں آئمہ کا بھی یہی مسلک ہے۔ سفیان ثوری اور ابن المبارک بھی اسی کے قائل ہیں۔ امام ترمذی نے اسے ہی اختیار کیا ہے۔ ابن قدامہ نے المغنی میں اسے ہی راجح قرار دیا ہے اور علاّمہ مبارکپوری نے تحفہ الاحوذی میں اسی کو مذہبِ مختار قرار دیتے ہوئے لکھا ہے:

((وَلَمْ اَجِدْ حَدِيْثاً مَرْفُوْعاً صَحِيْحاً يَدُلُّ عَلٰى ثُبُوْتِ نَقضِ الْوِتْرِ)) ۲۹

''مجھے ایسی کوئی مرفوع وصحیح حدیث نہیں ملی جو وِتروں کو توڑ کر جفت بنانے کے ثبوت پر دلالت کرتی ہو۔''

نقضُ الوِتر کے قائلین کو عدمِ نقض کے قائلین کی طرف سے متعدد جوابات دیئے گئے ہیں، جن میں سے ہی ایک یہ بھی ہے کہ خود نبی اکرم ﷺ سے وِتروں کے بعد دو رکعتیں پڑھنا ثابت ہے جیسا کہ صحیح مسلم وغیرہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نمازِ وِتر پڑھ چکنے کے بعد آپ ﷺ نے بیٹھ کر دو رکعتیں پڑھیں۔ ۳۰

امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ یہ بیانِ جواز کیلئے پڑھی تھیں اور ایک یا چند مرتبہ ایسا کیا ورنہ آپ ﷺ ان کی پابندی نہیں کرتے تھے۔ ۳۱

دوسرا جواب یہ دیا گیا ہے کہ وِتر کو رات کی آخری نماز بنانے والے ارشاد سے وجوب ثابت نہیں ہوتا بلکہ استحباب و ندب کا پتہ چلتا ہے کیونکہ جب رات کی نماز (تہجد) ہی فرض و واجب نہیں تو اس حدیث سے وِتر کو آخری نماز بنانا واجب کیسے ثابت ہو سکتا ہے لہذا جو شخص رات کے آخری حصہ میں اٹھ جائے وہ دوبارہ وِتر پڑھے بغیر نوافل پڑھ سکتا ہے۔۳۲

قضاءِ وِتر: اب رہی یہ بات کہ اگر کسی نے نمازِ وِتر اس نیت سے چھوڑ دی کہ رات کے آخری حصہ میں تہجد پڑھوں گا اور آخر میں وِتر ادا کرلوں گا، مگر وہ اٹھ نہ سکا، وِتر قضاء ہو گئے، تو وہ کب پڑھے؟

اس سلسلہ میں سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ تطوّع یعنی سنن و نوافل اور وِتر، قضاء ہو جائیں تو انہیں پڑھا جائے گا یا نہیں؟ اسمیں اہلِ علم کی پانچ آراء امام شوکانی نے ذکر کی ہیں۔۳۳

راجح قول یہ ہے کہ ان کی قضاء بھی ہو سکتی ہے جیسا کہ فجر کی دو سنتوں اور ظہر کی پہلی اور پچھلی سنتوں کی قضاء والی احادیث شاہد ہیں۔۳۴

لہذا سوئے رہنے یا بھول جانے کی شکل میں وِتروں کا وقت بتاتے ہوئے ابوداؤد، ترمذی، مسند احمد اور مستدرک حاکم وغیرہ میں ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

((مَنْ نَامَ عَنِ الْوِتْرِ اَوْنَسِیَه' فَلْیُصَلِّ اِذَا اَصْبَحَ اَوْذَکَرَه'))۳۵

”جو شخص وِتر سے سویا رہ جائے یا بھول جائے تو وہ انہیں صبح کے وقت یا پھر جب یاد آ جائے، پڑھ لے۔“

تعدادِ رکعتِ وِتر: نمازِ وِتر کی رکعتوں کے بارے میں عام طور پر یہی کہا جاتا ہے کہ ان کی تعداد تین ہے اور یہی زیادہ تر معمول بہ ہیں' جب کہ حقیقت یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے قول وعمل سے صحیح احادیث میں انکی تعداد صرف تین ہی نہیں بلکہ آپ ﷺ سے صرف ایک وِتر بھی اور تین، پانچ، سات اور نو رکعتیں بھی ثابت ہیں اور اس سے زیادہ کا پتہ بھی چلتا ہے۔

ایک رکعت وِتر کی مشروعیّت: صرف ایک رکعت کے بارے میں صحیح بخاری ومسلم اور سننِ اربعہ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ایک آدمی کھڑا ہوا اور اس نے نبی اکرم ﷺ سے پوچھا کہ رات کی نماز (تہجد) کیسے ہے؟

تو نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((صَلٰوۃُ اللَّیْلِ مَثْنیٰ مَثْنیٰ فَاِذَاخِفْتَ الصُّبْحَ فَاَوْتِرْ بِوَاحِدَۃٍ))۳٦

''رات کی نماز دو دو رکعتیں کر کے ہے اور جب تمہیں صبح ہو جانے کا اندیشہ ہو تو ایک رکعت وِتر پڑھ لو۔''

اسی طرح ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ میں ارشادِ نبوی ﷺ ہے کہ وِتر ہر مسلمان پر حق (ثابت) ہے، جو شخص پانچ رکعتیں پڑھنا چاہے وہ پانچ پڑھ لے، جو شخص تین وِتر پڑھنا پسند کرے وہ تین پڑھ لے:

((وَمَنْ أَحَبَّ أَنْ یُّوْتِرَ بِوَاحِدَۃٍ فَلْیَفْعَلْ))۳۷

''جو شخص صرف ایک ہی وِتر پڑھنا چاہے تو وہ ایک ہی پڑھ لے۔''

ایسے ہی صحیح مسلم اور مسند احمد میں حضرت عبداللہ بن عباس اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ انہوں نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

((اَلْوِتْرُ رَكْعَةٌ فِيْ آخِرِ اللَّيْلِ))۳۸

''وِتر رات کے آخری حصہ میں ایک رکعت ہے۔''

نبی اکرم ﷺ کے صحیح بخاری و مسلم وغیرہ میں مذکور ان ارشادات کے علاوہ کئی صحابہ رضی اللہ عنہم کے آثار سے بھی وِتر کی ایک رکعت کا ثبوت ملتا ہے مثلاً صحیح بخاری شریف میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ان سے پوچھا گیا کہ امیر المؤمنین حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں آپ کیا کہتے ہیں کہ انہوں نے ایک رکعت وِتر پڑھا؟ تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

((اَصَابَ فَاِنَّهُ فَقِيْهٌ))

''ان کا عمل مبنی بر صواب و صحیح ہے اور بلاشبہ وہ فقیہہ شخص ہیں۔''

بخاری شریف میں ہی ایک روایت میں ابن ابی ملیکہ فرماتے ہیں کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے عشاء کے بعد ایک رکعت وِتر پڑھی، اس وقت انکے پاس حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے آزاد کردہ غلاموں میں سے ایک شخص موجود تھا۔ وہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس آئے اور انہیں (ایک رکعت وِتر پڑھنے کی) خبر دی تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

((دَعْهُ فَاِنَّهُ قَدْ صَحِبَ النَّبِيَّ ﷺ)) ۳۹

''انکے اس فعل کو (شک کی نظر سے دیکھنا) چھوڑیں، کیونکہ وہ تو نبی ﷺ کے شرفِ صحابیّت سے سرفراز ہیں۔''

اسی طرح حسن سند کے ساتھ دار قطنی وطحاوی میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا ایک

وِتر پڑھنا اور طحاوی میں حسن سند کے ساتھ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا ایک وِتر پڑھنا اور قیام اللیل مروزی میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ایک وِتر پڑھنا۔اسی طرح حضرت معاذ بن جبل، ابودرداء، فضالہ بن عبید اور ابی بن کعب رضی اللہ عنہم کا ایک وِتر پڑھنا ثابت ہے۔[۴۰]

امام شوکانی نے لکھا ہے کہ جمہور علماءِ امت کے نزدیک ایک ایک رکعت وِتر مشروع ہے اور علاّمہ عراقی سے نقل کرتے ہوئے کثیر صحابہ کے نام ذکر کیئے ہیں جو ایک رکعت وِتر پڑھا کرتے تھے ان میں چاروں خلفاء راشدین کے علاوہ پندرہ نام اور بھی ہیں۔اسی طرح تابعین میں سے حسن بصری، ابن سیرین اور عطاء وغیرہ ہیں اور آئمہ میں سے امام احمد، مالک، شافعی، اوزاعی، اسحاق بن راہویہ، ابوثور، داؤد اور ابن حزم سب ایک رکعت کی مشروعیت کے قائل ہیں۔[۴۱]

یہاں ایک اور بات کی وضاحت بھی مناسب معلوم ہوتی ہے کہ صحیح بخاری و مسلم اور سنن میں مذکور ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

((فَاِذَاخِفْتَ الصُّبْحَ فَاَوْتِرْ بِوَاحِدَةٍ)) [۴۲]

''جب صبح ہو جانے سے ڈر جاؤ تو وِتر کی ایک رکعت پڑھ لو۔''

یا پھر:

((فَاِذَا خَشِيَ اَحَدُكُمُ الصُّبْحَ صَلّٰى رَكْعَةً وَاحِدَةً تُوْتِرُ لَه' مَاقَدْ صَلّٰى)) [۴۳]

''اگر کوئی صبح ہو جانے کا خدشہ محسوس کرے تو ایک رکعت پڑھ لے وہ پہلی پڑھی رکعتوں کو وِتر بنا دے گی۔''

اِس سے محسوس ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے ایک رکعت وِتر کی اجازت شاید صرف

اس شکل میں دی ہے جبکہ صبح ہو جانے کا اندیشہ ہو ورنہ نہیں۔ اس سلسلہ میں عرض ہے کہ ''اندیشے کی قید'' والی حدیث میں پائے جانے والے اس اشکال یا اعتراض کا حل خود بخاری شریف کی ہی ایک اگلی حدیث میں مذکور ہے، جسمیں ارشادِ نبوی ﷺ کے الفاظ ہیں:

((فَإِذَاأَرَدْتَّ اَنْ تَنْصَرِفَ فَارْكَعْ رَكْعَةً)) ۴۴

''جب تو نماز سے پھرنا چاہے (یعنی نماز کو ختم کرنا چاہے) تو ایک رکعت وِتر پڑھ لو۔''

اس حدیث کے الفاظ نے ایک رکعت وِتر کی مشروعیت میں اندیشے کی قید یا شرط کا ازالہ کر دیا اور واضح کر دیا کہ نمازی اپنی نماز کو مکمل کر کے جب بھی اپنی جگہ سے پھرنا چاہے تو ایک رکعت وِتر پڑھ سکتا ہے۔ ۴۵

تین رکعات: اب آیئے تین رکعت نمازِ وِتر کے دلائل دیکھیں۔ چنانچہ صحیح بخاری و مسلم میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا جس حدیث میں نبی ﷺ کے قیام اللیل کی رکعتوں کے حسن وطول کا ذکر کرتی ہیں، اسی حدیث میں ہے:

((ثُمَّ يُصَلِّيْ ثَلَاثًا)) ۴۶

''پھر آپ ﷺ تین رکعات (وِتر) پڑھتے تھے۔''

اسی طرح صحیح مسلم، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ میں حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما، نبی ﷺ کے قیام اللیل کے ذکر میں فرماتے ہیں:

((ثُمَّ اَوْتَرَ بِثَلَاثٍ)) ۴۷

''پھر آپ ﷺ نے تین وِتر پڑھے تھے۔''

اسی طرح ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ میں حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے

مروی ہے کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((وَمَنْ أَحَبَّ اَنْ يُّوْتِرَ بِثَلاَثٍ فَلْيَفْعَلْ.))۴۸

''اور جو شخص تین وِتر پڑھنا چاہے وہ تین پڑھ لے۔''

پانچ رکعات: نبی اکرم ﷺ سے وِتروں کی پانچ رکعتیں بھی ثابت ہیں جیسا کہ صحیح بخاری و مسلم میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے:

((كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يُصَلِّيْ مَنْ اللَّيْلِ ثَلاَثَ عَشَرَةَ رَكْعَةً يُوْتِرُ مِنْ ذَالِكَ بِخَمْسٍ وَلَا يَجْلِسُ فِيْ شَيْءٍ مِنْهُنَّ اِلَّافِي آخِرِهِنَّ))۴۹

''نبی اکرم ﷺ رات کو تیرہ رکعتیں پڑھا کرتے تھے اور ان میں سے پانچ وتر ہوتے۔ اور آپ ﷺ ان (پانچ وِتروں) کے مابین نہیں بیٹھتے تھے بلکہ صرف آخر میں ایک ہی تشہّد بیٹھتے تھے۔''

سات رکعات: بعض احادیث میں وِتر کی پانچ رکعتوں کے علاوہ سات رکعتوں کا ذکر بھی ملتا ہے۔ ابوداؤد، نسائی، اور ابن ماجہ میں حضرت ابوایواب انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں تو پانچ، تین اور ایک رکعت کا ذکر ہے۔۵۰

جبکہ نسائی و ابن ماجہ اور مسند احمد میں حضرت ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے:

((كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يُوْتِرُ بِسَبْعٍ وَخَمْسٍ وَلَايَفْصِلُ بَيْنَهُنَّ بِسَلاَمٍ وَلاَ كَلاَمٍ))۵۱

''نبی ﷺ کبھی سات اور کبھی پانچ وِتر بھی پڑھتے تھے اور ان سب کے درمیان میں سلام اور کلام سے فصل نہیں کرتے تھے۔''

یعنی پانچوں یا ساتوں رکعتیں ایک ہی سلام سے پڑھتے تھے۔ وِتر کی پانچ اور سات رکعتوں کی مشروعیّت کا پتہ دینے والی اور بھی کئی احادیث ہیں۔۵۲ؔ

نو رکعات: صحیح مسلم و ابوداؤد، نسائی اور مسند احمد میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور بعض دیگر صحابہ سے ایسی روایات بھی مذکور ہیں جن سے نو وِتروں کی مشروعیّت کا پتہ چلتا ہے۔ چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہم نبی ﷺ کے لئے پانی اور مسواک تیار کر کے رکھتے اور آپ ﷺ کو جب اللہ چاہتا، نیند سے بیدار کر دیتا، تب آپ ﷺ مسواک کر کے وضوء کرتے۔

((وَيُصَلِّيْ تِسْعَ رَكْعَاتٍ لَايَجْلِسُ فِيْهَا اِلَّافِيْ الثَّامِنَةِ))

''اور آپ ﷺ دو رکعتیں اسطرح پڑھتے کہ انکے مابین صرف آٹھویں رکعت کے بعد تشہّد کیلئے بیٹھتے۔''

اس قعدہ میں آپ ﷺ ذکرِ الٰہی اور تحمید بیان کرتے اور اللہ سے دعا کرتے، پھر سلام پھیرے بغیر ہی (نویں رکعت کیلئے) کھڑے ہو جاتے اور نویں رکعت پڑھ کر آپ قعدہ ثانیہ (تشہّد اخیر) کیلئے بیٹھتے، اس قعدہ میں پھر آپ ﷺ ذکرِ الٰہی و تحمیدِ باری تعالیٰ کے علاوہ دعاء کرتے، پھر آپ ﷺ (کچھ آواز کے ساتھ اسطرح) سلام پھیرتے کہ ہمیں سلام سنا دیتے تھے۔ اسی حدیث میں آگے یہ بھی مذکور ہے کہ جب پھر آپ ﷺ عمر رسیدہ ہو گئے اور گوشت کچھ بڑھ گیا تو پھر آپ ﷺ سات وِتر پڑھتے تھے۔۵۳ؔ

گیارہ رکعات وِتر: ترمذی شریف میں امام ترمذیؒ لکھتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ سے وِتروں کی تیرہ گیارہ، نو، سات، پانچ، تین اور ایک رکعت مروی ہیں۔۵۴

الغرض جو صاحب جتنی رکعتیں پڑھنا چاہے اسے اختیار ہے۔ بخاری و مسلم کی صحیح احادیث میں مذکور ہے کہ آپ ﷺ عموماً گیارہ رکعتیں پڑھا کرتے تھے تیرہ رکعتوں والی حدیث کے بارے میں حافظ ابن حجر وغیرہ شارحین نے لکھا ہے کہ ان میں دو رکعتیں وہ ہیں جن سے آپ ﷺ قیام اللیل کا افتتاح فرمایا کرتے تھے یا پھر عشاء کی دو سنتیں ہیں کیونکہ وہ بھی آپ ﷺ گھر جا کر ہی پڑھا کرتے تھے۔۵۵

وِتروں (اور تہجّد) کی ادائیگی کا طریقہ

علاّمہ ابن حزمؒ نے اپنی شہرۂ آفاق تحقیقی کتاب ''المحلّٰی'' میں لکھا ہے کہ وِتر و تہجد کی ادائیگی کی تیرہ مختلف شکلیں ہیں اور ان میں سے جسطرح بھی کوئی پڑھ لے، جائز ہے اور لکھا ہے کہ ہمارے نزدیک سب سے افضل شکل یہ ہے:

۱۔ پہلا طریقہ: ہم پہلے دو دو کر کے بارہ رکعتیں پڑھیں اور ہر دو رکعتوں کے بعد سلام پھیر دیں اور آخر میں ایک رکعت پڑھ کر سلام پھیر لیں۔ جیسا کہ بخاری و مسلم اور ابوداؤد وغیرہ میں مذکور حدیثِ ابن عمر اور حدیثِ عائشہ رضی اللہ عنہم میں ہے۔۵۶

۲۔ دوسرا طریقہ: پہلے آٹھ رکعتیں اسطرح پڑھے کہ ہر دو رکعتوں کے بعد سلام پھیر دے، پھر ایک ہی تشہّد اور ایک ہی سلام سے مسلسل پانچ رکعتیں پڑھے، جیسا کہ صحیح بخاری و مسلم میں مذکور ہے۔۵۷

۳۔ تیسرا طریقہ: دس رکعتیں دو دو کر کے پڑھے اور ہر دو کے بعد سلام پھر دے اور پھر ایک رکعت پڑھ لے جیسا کہ بخاری مسلم، ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ وغیرہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہی مروی ہے۔۵۸

۴۔ چوتھا طریقہ: پہلے آٹھ رکعتیں پڑھے اور ہر دو رکعتوں کے بعد سلام پھیر دے، پھر ایک وِتر پڑھ لے جیسا کہ صحاح ستہ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔۵۹

۵۔ پانچواں طریقہ: آٹھ رکعتیں اسطرح پڑھے کہ ان کے درمیان میں تشہّد کیلئے نہ بیٹھے اور آٹھ رکعتیں مکمل کر کے تشہّدِ اول یا قعدۂ اولیٰ کرے مگر سلام نہ پھیرے بلکہ تشہّدِ اول پڑھ کر کھڑا ہو جائے اور نویں رکعت مکمل کرے، پھر بیٹھ کر تشہّد درود و سلام اور دعاء کے بعد سلام پھیر دے۔ جیسا کہ صحیح مسلم، ابوداؤد، نسائی اور مسند احمد میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔۶۰

۶۔ چھٹا طریقہ: چھ رکعتیں پڑھے، جن میں سے ہر دو رکعتوں کے بعد سلام پھیر لے اور پھر ایک رکعت پڑھ لے جیسا کہ صحاح ستہ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث سے پتہ چلتا ہے۔۶۱

۷۔ ساتواں طریقہ: سات رکعتیں اسطرح ادا کرے کہ چھٹی رکعت مکمل کرنے سے پہلے تشہّد نہ بیٹھے اور چھٹی کے مکمل کرنے پر تشہّدِ اول کیلئے بیٹھے اور سلام پھیرے بغیر ہی ساتویں رکعت کیلئے کھڑا ہو جائے اور اسے مکمل کر کے تشہّد، درود و سلام اور دعا کیلئے بیٹھے اور دعا سے فارغ ہو کر سلام پھیر دے جیسا کہ ابوداؤد اور مسند احمد میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا ہے۔۶۲

۸۔ آٹھواں طریقہ: سات رکعتیں اس طرح پڑھے کے ان کے مابین تشہّد کے لئے نہ بیٹھے

اور جب ساتوں رکعتیں پڑھ لے تو پھر تشہّد درود و سلام اور دعاء کے بعد سلام پھیر دے جیسا کہ نسائی شریف میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اسکا یہ طریقہ ذکر کیا ہے۔۶۳

۹۔نواں طریقہ: چار رکعتیں پڑھے اور ان میں سے ہر دو رکعتوں کے بعد سلام پھیر دے اور پھر ایک رکعت وِتر پڑھ لے، جیسا کہ صحاح ستہ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث سے پتہ چلتا ہے۔۶۴

۱۰۔دسواں طریقہ: پانچ رکعتیں اسطرح پڑھے کہ انکے مابین کوئی قعدہ وتشہّد نہ ہو اور پانچویں رکعت مکمل کر کے آخر میں تشہّد، درود و سلام اور دعاء کرے پھر سلام پھیر دے جیسا کہ بخاری و مسلم اور نسائی وغیرہ میں مذکور حدیثِ عائشہ رضی اللہ عنہا سے معلوم ہوتا ہے۔۶۵

۱۱۔۱۲ گیارہواں اور بارہواں طریقہ: تین رکعتوں کے بارے میں ہے، جو کہ کچھ تفصیل طلب ہے اور وہ تفصیل آگے الگ عنوان کے تحت ذکر کر رہے ہیں۔

۱۳۔تیرہواں طریقہ: صرف ایک ہی رکعت پڑھ کر تشہّد کے بعد سلام پھیر لیں، جیسا صحیح مسلم اور مسند احمد میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی مشترکہ روایت میں ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

((اَلْوِتْرُ رَکْعَةٌ مِّنْ آخِرِ اللَّیْلِ))۶۶

''نمازِ وِتر رات کے آخری حصہ میں ایک رکعت ہے۔''

یاد رہے کہ یہ تیرہ (۱۳) شکلیں وِتر و تہجد کی مشترکہ شکلیں ہیں اور یہی قیام اللیل وصلاۃ اللیل بھی کہلاتی ہیں اور تغلیباً انہیں ہی صلوۃ الوِتر کہا جاتا ہے۔۶۷

تین وِتر پڑھنے کے تین طریقے

۱۔ پہلا طریقہ: وِتروں کی تین رکعتیں پڑھنے کے مختلف طریقے احادیث میں مذکور ہیں، جن میں سے پہلا طریقہ یہ ہے کہ ان تین میں سے پہلے دو رکعتیں پڑھ کر سلام پھیر لیا جائے اور پھر ایک رکعت پڑھی جائے، جسمیں دعائے قنوت ہو۔

ان عرب ممالک میں زیادہ تر یہی طریقہ رائج ہے جیسا کہ رمضان المبارک میں باجماعت نمازِ تراویح پڑھنے والوں پر مخفی نہیں۔ یہ طریقہ خود نبی اکرم ﷺ کے قول و عمل سے ثابت ہے۔ جیسا کہ بخاری و مسلم اور ترمذی وغیرہ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی ﷺ رات کی نماز دو دو رکعتیں کر کے پڑھتے تھے اور (آخر میں) ایک رکعت وِتر پڑھتے۔ ۶۸

اسی طرح بخاری و مسلم کی متفق علیہ حدیث میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی ﷺ رات کو گیارہ رکعتیں پڑھتے تھے۔ ہر دو رکعتوں کے بعد سلام پھیر دیتے اور (آخر میں) ایک وتر پڑھتے، ان احادیث سے تین وِتروں کے مابین دو کے بعد سلام پھیر کر فصل کرنے کی دلیل لی گئی ہے، جبکہ صحیح ابن حبان، مسند احمد، صحیح ابن السکن اور طبرانی میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے واضح طور پر مروی ہے:

((كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَفْصِلُ بَيْنَ الْوِتْرِ وَ الشَّفْعِ بِتَسْلِيْمَةٍ وَيُسْمِعُنَاهَا.)) ۶۹

”نبی ﷺ سلام پھیر کر، دو اور ایک وِتر میں فصل کیا کرتے تھے اور

سلام کی آواز ہمیں سناتے تھے۔''

ابن ابی شیبہ میں بخاری و مسلم کی شرط پر پوری اترنے والی سند سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے الفاظ یوں ہیں:

((اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ کَانَ یُوْتِرُ بِرَکْعَةٍ یَتَکَلَّمُ بَیْنَ الرَّکْعَتَیْنِ وَالرَّکْعَةِ.)) ۷۰

''نبی ﷺ (رات کی نماز کو) ایک رکعت کے ساتھ وِتر کرتے تھے اور دو رکعتوں اور ایک رکعت کے مابین کلام کر لیتے تھے۔''

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بھی اسی طرح دو رکعتیں اور پھر ایک رکعت الگ الگ کر کے پڑھا کرتے تھے جیسا کہ صحیح بخاری اور مؤطا امام مالک میں حضرت نافع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما:

((کَانَ یُسَلِّمُ بَیْنَ الرَّکْعَةِ وَالرَّکْعَتَیْنِ فِی الْوِتْرِ حَتّٰی یَأمُرَ بِبَعْضِ حَاجَتِهٖ.)) ۷۱

''وہ وِتروں کی دو رکعتوں اور ایک رکعت کے مابین سلام پھیرا کرتے تھے، حتیٰ کہ اپنے کسی کام کا حکم دیں۔''

اسی طرح ہی سنن سعید بن منصور اور معانی الآثار طحاوی میں بھی مذکور ہے اور امام طحاوی کی روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے خبر دی:

((اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ کَانَ یَفْعَلُه‘)) ۷۲

''کہ نبی ﷺ ایسے ہی کرتے تھے۔''

حضرت ابن عمرو حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہم، امام شافعیؒ، امام مالکؒ، امام احمدؒ اور امام اسحاق بن راہویہؒ کا یہی مذہب ہے۔۳؎

۲۔دوسرا و تیسرا طریقہ: تین وِتر پڑھنے کا دوسرا طریقہ یہ ہے کہ ان تینوں رکعتوں کے مابین سلام نہ پھیرے، بلکہ انہیں ایک ہی سلام سے پڑھے۔اور اسکے آگے پھر دو طریقے ہیں ،ایک یہ کہ ان تینوں رکعتوں کو ایک سلام اور ایک ہی تشہّد سے پڑھے اور دوسرا یہ کہ ایک سلام مگر دو تشہّد سے پڑھے۔

ایک ہی تشہّد کے ساتھ پڑھنے کی دلیل مستدرک حاکم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی حدیث ہے، جسمیں ہے:

((كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يُوْتِرُ بِثَلَاثٍ لَا يَقْعُدُ اِلَّا فِيْ آخِرِهِنَّ)) ۴؎

''نبی ﷺ تین وِتر اسطرح پڑھتے تھے کہ ان میں آخری رکعت کے سوا تشہّد کیلئے نہیں بیٹھتے تھے۔''

امیر المؤمنین حضرت عمرِ فاروق رضی اللہ عنہ اور اہلِ مدینہ کا عمل اسی پر ہے اور حافظ ابن حجر کے بقول کئی سلفِ امت نے تین رکعتیں ایک تشہّد سے پڑھی ہیں اور آگے متعدد روایات بھی نقل کی ہیں۔۵؎

صرف ایک تشہّد سے تین وِتر پڑھنے کے جواز کی تائید بخاری و مسلم کی ان احادیث سے بھی ہوتی ہے، جن میں نبی ﷺ کے پانچ اور سات وِتروں کو ایک ہی تشہّد سے پڑھنے کا ذکر ہے۔۶؎

تین رکعتوں کو ایک سلام مگر دو تشہّدوں سے ادا کرنے کی دلیل علاّمہ ابن حزم نے

المحلّٰی میں اپنی سند کے ساتھ نقل کی ہے جو کہ نسائی شریف، مستدرک حاکم اور بیہقی میں بھی ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

((اَنَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ كَانَ لَا يُسَلِّمُ فِيْ رَكْعَتَي الْوِتْرِ))

''نبی ﷺ وِتر کی دو رکعتوں کے بعد سلام نہیں پھیرا کرتے تھے۔''

بظاہر تو یہ حدیث بھی ایک تشہّد وسلام سے تین وِتر پڑھنے والوں کی واضح دلیل ہے اس سے دو تشہّدوں کا ثبوت کیسے مل گیا؟ ۷۷ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ

مستدرک حاکم کے الفاظ ہیں:

((يُوْتِرُ بِثَلَاثٍ لَا يُسَلِّمُ اِلَّا فِيْ آخِرِهِنَّ.)) ۷۸

''آپ ﷺ تین وِتر پڑھتے اور صرف انکے آخر میں ہی سلام پھیرتے۔''

امام احمدؒ نے فصل و وصل دونوں کو صحیح قرار دیا ہے مگر فصل کی احادیث کو اصحّ واثبت و اکثر کہا ہے اور اسے ہی اختیار کیا ہے۔ ۷۹

امام شافعیؒ کا بھی یہی مسلک ہے کہ دو رکعتوں اور تیسری میں تشہّد وسلام سے فصل کرنا تینوں کو وصل سے پڑھنے کی نسبت افضل ہے۔ ۸۰

رکعاتِ وِتر میں قراءت: نمازِ وِتر کی تینوں رکعتوں میں ہی سورہ فاتحہ کے بعد قرآن کریم کی کوئی چھوٹی سورت یا کسی بڑی سورت کا کوئی حصہ پڑھنا ہوتا ہے اور اسکی پابندی تو کوئی نہیں کہ کون کون سی سورتیں یا کن سورتوں کا کونسا حصہ پڑھا جائے؟

البتہ نبی اکرم ﷺ سے ان رکعتوں میں بعض سورتوں کی قراءت ثابت ہے اگر ان پر عمل کیا جائے تو مسنون و مستحب اور زیادہ ثواب کا موجب ہے، چنانچہ ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ

اور مسند احمد میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے ترمذی و دارمی میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے اور مستدرک حاکم میں ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ وِتروں کی پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد سورہ اعلیٰ ﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْاَعْلَیٰ﴾ دوسری رکعت میں سورہ کافرون۔ ﴿قُلْ یٰۤاَیُّھَا الْکٰفِرُوْنَ﴾ اور تیسری رکعت میں سورہ اخلاص ﴿قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ﴾ پڑھا کرتے تھے۔۸۱

دارقطنی ،طحاوی اور مستدرک حاکم کی روایت میں یہ اضافہ بھی ہے کہ تیسری رکعتِ وِتر میں ﴿قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ﴾ کے ساتھ ہی ﴿قُلْ أَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ﴾ اور ﴿قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ﴾ بھی پڑھا کرتے تھے۔۸۲

(معوّذتَیں) کے اس اضافے پر بعض محدّثین نے کلام کیا ہے، لیکن امام حاکم نے اس اضافے والی حدیث کو نہ صرف صحیح کہا ہے بلکہ اسکو بخاری ومسلم کی شرط پر پوری اترنے والی قرار دیا ہے لہٰذا کبھی کبھی (مُعَوِّذَتَیْن) کا تیسری رکعت میں اضافہ کرنا بھی جائز ہے۔۸۳

مسند احمد ونسائی اور ابن ماجہ کی روایت میں یہ اضافہ بھی ہے کہ نمازِ وِتر کا سلام پھیرنے کے بعد آپ ﷺ تین مرتبہ یہ ذکر فرمایا کرتے تھے:

((سُبْحَانَ الْمَلِکُ الْقُدُّوْسُ)) ۸۴

"پاک ہے وہ بادشاہ، صاحبِ تقدّس"

مسند احمد ونسائی میں یہ بھی مذکور ہے کہ تیسری مرتبہ یہ کلمات بلند آواز سے پڑھتے تھے۔ مسند احمد میں اس ذکر کی یہ کیفیت بھی مذکور ہے کہ آپ ﷺ آخری لفظ الْقُدُّوْسُ کو لمبا کھینچ کر پڑھتے۔۸۵

دار قطنی میں ان الفاظ کے بعد یہ کہنا بھی ثابت ہے:

((رَبُّ الْمَلآ ئِکَۃِ وَالرُّوْحِ))٨٦

’’فرشتوں اور جبرائیل کا پروردگار۔‘‘

دعائے قنوت کا مقام و محل: اس سلسلہ میں دو طرح کی احادیث ملتی ہیں اور آئمہ وفقہاء بلکہ صحابہ کی بھی دو ہی جماعتیں ہیں۔

قبل از رکوع: ایک جماعت کا قول ہے کہ دعائے قنوت کا مقام سورہ فاتحہ اور دوسری سورت پڑھ چکنے کے بعد اور رکوع جانے سے پہلے ہے، جبکہ دوسروں کا کہنا ہے کہ رکوع سے فارغ ہوکر (سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ) مکمل دعاء پڑھنے کے بعد دعائے قنوت کا مقام ہے۔

قبل از رکوع والوں کا استدلال متعدد احادیث وآثار سے ہے۔

احادیثِ رسول ﷺ

۱۔ نسائی وابن ماجہ کی حدیث ہے، جسمیں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

((اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ کَانَ یَقْنُتُ قَبْلَ الرُّکُوْعِ))٨٧

’’نبی ﷺ رکوع جانے سے پہلے دعائے قنوت پڑھا کرتے تھے۔‘‘

۲۔ وِتر میں دعائے قنوت کے متعلق حضرت حسن رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

((عَلَّمَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اَنْ أَقُوْلَ اِذَا فَرَغْتُ مِنْ قِرَاءَتِیْ فِی الْوِتْرِ.))٨٨

’’مجھے نبی اکرم ﷺ نے دعائے قنوت سکھائی کہ میں وِتر ادا کرتے وقت

جب قرائت سے فارغ ہو جاؤں تو اسے پڑھوں۔‘‘

۳۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے ایک دفعہ نبی اکرم ﷺ کے ہاں رات بسر کی تا کہ وِتر میں آپ ﷺ کی دعائے قنوت کا مشاہدہ کروں تو آپ ﷺ نے رکوع سے پہلے دعاء فرمائی۔۸۹

۴۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے خود مشاہدہ کرنے کے بعد اپنی والدہ ام عبد کو ازواجِ مطہرات کے پاس اس مسئلہ کی تحقیق کیلئے بھیجا، تو انہوں نے بھی یہی فرمایا کہ آپ ﷺ نے وِتر میں رکوع سے پہلے دعاء فرمائی۔۹۰

یہ روایت صرف بطورِ تائید پیش کی گئی ہے۔ اس لئے ہم اس کی جرح وتعدیل کو نظر انداز کرتے ہیں۔۹۱

۵۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے تین وِتر ادا کئے اور رکوع سے پہلے دعائے قنوت فرمائی ۹۲ یہ مختلف فیہ روایت بطورِ تائید واستشہاد پیش کی گئی ہے۔

۶۔ عاصم الاحول کہتے ہیں کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نماز میں قنوت کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ رکوع سے پہلے ہے۔ پھر میں نے کہا کہ فلاں شخص آپ سے بیان کرتا ہے کہ رکوع کے بعد ہے، آپ نے جواباً کہا کہ وہ غلط کہتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے رکوع کے بعد صرف ایک ماہ قنوت فرمائی۔ یہ اس وقت ہوا، جب مشرکین نے وعدہ خلافی کرتے ہوئے ستّر قُرّاء کو شہید کر دیا تھا تو آپ ﷺ نے رکوع کے بعد صرف ایک ماہ ان پر بددعاء فرمائی۔۹۳

اس روایت سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ ہنگامی حالات کے پیشِ نظر جو دعاء کی جائے، وہ

رکوع کے بعد ہے اور حضرت انس رضی اللہ عنہ نے جس قنوت کو رکوع سے پہلے بیان کیا۔ وہ ہنگامی حالات کے پیش نظر نہیں بلکہ وہ قنوتِ وِتر ہے۔ کیونکہ جو قنوت ہنگامی حالات کے پیشِ نظر نہیں، بلکہ عام حالات میں مانگی جاتی ہے وہ صرف قنوتِ وِتر ہے۔۹۴

ان روایات اور شواہد کا تقاضا ہے کہ نمازِ وِتر میں قنوت، رکوع سے پہلے ہونی چاہیئے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور بعض دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم سے بھی قنوت وِتر قبل از رکوع ثابت ہے۔

آثارِ صحابہ: ابن المنذر نے صحابہ میں سے حضرت ابن عمر، علی، ابن مسعود، ابوموسی اشعری، انس بن مالک، براء بن عازب، ابن عباس رضی اللہ عنہم، عمر بن عبدالعزیزؒ، عبیدہؒ، حمید الطّویلؒ اور ابن ابی لیلیٰؒ کے بارے میں لکھا ہے کہ یہ سب رکوع سے قبل قنوت پڑھنے کے قائل تھے۔۹۵

ان روایات کے علاوہ کچھ آثارِ صحابہ رضی اللہ عنہم اور بھی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ وِتر میں دعائے قنوت رکوع سے پہلے پڑھی جاتی تھی۔

ا۔ اسود بن یزید بیان کرتے ہیں:

((اَنَّ ابْنَ عُمَرَ ؓ قَنَتَ فِی الْوِتْرِ قَبْلَ الرَّکُوْعِ.))۹۶

''حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے وِتر میں رکوع سے پہلے دعائے قنوت فرمائی۔''

ب۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے متعلق راوی بیان کرتا ہے:

((یَقْنُتُ فِی الْوِتْرِ کُلَّ لَیْلَۃٍ قَبْلَ الرَّکُوْعِ.))۹۷

''عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہر رات رکوع سے پہلے دعائے قنوت کرتے تھے۔''

ابو بکر بن ابی شیبہ اس روایت کے بعد فرماتے ہیں:

((هَذَا الْقَوْلُ عِنْدَنَا)) ۹۸

''یہی بات ہمارے نزدیک معتبر ہے۔''

ج۔ حضرت علقمہ بیان کرتے ہیں:

((اَنَّ ابْنَ مَسْعُوْدٍ وَاَصْحَابَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم كَانُوْا يَقْنُتُوْنَ فِی الْوِتْرِ قَبْلَ الرَّكُوْعِ.)) ۹۹

''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وِتر میں رکوع سے پہلے دعائے قنوت پڑھتے تھے۔''

امام ابو حنیفہؒ، سفیان ثوریؒ، ابن المبارکؒ اور اسحاق بن راہویہؒ کا یہی مذہب (دعائے قنوت قبل از رکوع) ہے۔

دعاءِ قنوت بعد از رکوع: بعد از رکوع دعائے قنوت بھی ثابت ہے، امام بخاریؒ نے اپنی صحیح میں یہ باب باندھا ہے **﴿بَابُ الْقُنُوْتِ قَبْلَ الرَّكُوْعِ وَبَعْدَهُ﴾** یعنی رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد دعائے قنوت کا بیان۔

اس باب کے تحت چار (۴) حدیثیں ذکر کی ہیں جن سے دعائے قنوت کے دونوں جگہ روا ہونے پر استدلال کیا ہے، قنوتِ نازلہ جو اجتماعی مصائب کے وقت دعائیں کی جاتی ہیں ان میں تو صحیح بخاری و مسلم سمیت تمام کتبِ حدیث میں رکوع کے بعد دعائے قنوت ثابت ہے۔ ۱۰۰

۵۔ مستدرک حاکم اور بیہقی میں حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کی روایت ہے، جسمیں

وِتر میں بھی قنوت کے بعد از رکوع ہونے کا ذکر ہے، چنانچہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

((عَلَّمَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ فِیْ وِتْرِیْ اَنْ اَقُوْلَ اِذَا رَفَعْتُ رَأْسِیْ وَلَمْ یَبْقَ اِلَّا السُّجُوْدُ)) ۱۰۱؎

"نبی ﷺ نے مجھے وِتر میں مانگی جانے والی دعائے قنوت سکھلائی جو میں اس وقت کیا کروں جب میں (رکوع سے) سر اٹھاؤں اور (اس رکعت کے) سجدوں کے سواء کچھ باقی نہ بچا ہو۔"

ا۔ اس روایت کے متعلق محدّثِ شہیر حضرت مولانا عبیداللہ رحمانی فرماتے ہیں:

"مجھے حاکم کی مذکورہ روایت کے یہ الفاظ محفوظ تسلیم کرنے میں تامل ہے"۔ ۱۰۲؎

ب۔ اسی طرح محدّث العصر علّامہ ناصرالدین الالبانیؒ اس روایت کے متعلق لکھتے ہیں:

"مذکورہ روایت کے یہ الفاظ ثبوت کے لحاظ سے محلِ نظر ہیں"۔ ۱۰۳؎

ج۔ حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں کہ میں نے حافظ ابوبکر احمد بن حسین الاصفہانی کی مستخرج للحاکم کا دوسرا جزء خود پڑھا ہے۔ وہاں یہ روایت اس سند کے ساتھ موجود ہے لیکن الفاظ اس روایت کے برعکس ہیں۔ وہاں موجود الفاظ یہ ہیں:

((اَنْ اَقُوْلَ فِی الْوِتْرِ قَبْلَ الرُّکُوْعِ)) ۱۰۴؎

"حضرت حسن رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں دعاء قنوت، وِتر میں رکوع سے پہلے پڑھوں"۔

د۔ حافظ ابن مندہ نے اس سند کے ساتھ اس روایت کو بیان کیا ہے۔ جس کے الفاظ یہ ہیں:

((اَنْ اَقُوْلَ اِذَا فَرَغْتُ مِنْ قِرَاءَ تِیْ فِی الْوِتْرِ))۱۰۵

’’میں یہ دعاء اس وقت پڑھوں، جب قراءت سے فارغ ہو جاؤں۔‘‘

ھ۔ خود نبی اکرم ﷺ کا معمول اور عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن مسعود اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا عمل بھی اس روایت کے خلاف ہے۔ان تمام روایات و آثار کا حوالہ پہلے دیا جا چکا ہے۔

و۔ امام بیہقی نے بھی اس روایت کو مستدرک حاکم کی روایت کے مطابق نقل کیا ہے۔۱۰۶ لیکن شافعی المسلک ہونے کے باوجود محلِ قنوت کی تعیین میں اس روایت پر اعتماد نہیں کیا۔ بلکہ قنوتِ نازلہ پر قیاس کا سہارا لیا ہے، فرماتے ہیں:

’’ہم نمازِ فجر میں قنوت کے متعلق قابلِ اعتماد روایت پہلے نقل کر آئے ہیں کہ یہ دعائے قنوت رکوع کے بعد ہے اور قنوتِ وتر کو اسی نمازِ فجر کی قنوت پر قیاس کیا جائے گا‘‘۔۱۰۷

ان وجوہات کی بنا پر مستدرک حاکم کے مذکورہ الفاظ محلِ نظر ٹھہرتے ہیں، اسی لئے انہیں غیر محفوظ قرار دیا گیا ہے۔

امام بیہقی فرماتے ہیں: یہ صحیح ہے کہ نبی ﷺ نے رکوع سے قبل بھی دعائے قنوت پڑھی ہے۔لیکن رکوع کے بعد دعائے قنوت بیان کرنے والی احادیث کے راوی زیادہ تعداد میں اور حافظہ کے اعتبار سے بھی زیادہ ہیں لہذا یہ اولیٰ ہے اور مشہور و اکثر روایات میں خلفاء راشدین کا عمل بھی بعد از رکوع دعائے قنوت کا ہی تھا۔۱۰۸

علّامہ عراقی لکھتے ہیں کہ دعائے قنوت کے بعد از رکوع اولیٰ ہونے کو خلفاء راشدین کے فعل سے بھی تقویت ملتی ہے۔اور ان احادیث سے بھی جن میں فجر میں رکوع کے بعد دعائے

قنوت منقول ہوئی ہے۔

۶۔ امام مروزی نے قیام اللیل میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت بیان کی ہے، جسمیں ہے:

((اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يَقْنُتُ بَعْدَالرَّكْعَةِ وَاَبُوْبَكْرٍ وَعُمَرُ حَتّٰى كَانَ عُثْمَانُ فَقَنَتَ قَبْلَ الرَّكْعَةِ لِيُدْرِكَالنَّاسَ.))[۱۰۹]

''نبی ﷺ رکوع کے بعد دعائے قنوت پڑھا کرتے تھےاسی طرح ہی حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کے عہدِ خلافت میں وہ پڑھتے تھےاور جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا دورِ خلافت آیا تو انہوں نے رکوع سے پہلے قنوت پڑھنا شروع کر دیا تا کہ لوگ مل جائیں۔''

اس روایت میں وِتر کے متعلق دعاءِ قنوت کی تشریح نہیں ہے۔

یہ روایت تقریباً سات طرق سے مروی ہے، بیشتر طرق میں ﴿ **صَلٰوةُ الْفَجْرِ، صَلٰوةُ الصُّبْحِ ،صَلٰوةُ الْغَدَاةِ** ﴾ کے الفاظ ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ نمازِ فجر سے متعلق ہے چنانچہ ابن ماجہ میں بھی ہے:

((سُئِلَ عَنِ الْقُنُوْتِ فِى صَلٰوةِ الصُّبْحِ))[۱۱۰]

''آپ رضی اللہ عنہ سے نمازِ فجر میں قنوت کے متعلق سوال ہوا۔ تو آپ رضی اللہ عنہ نے مذکورہ جواب دیا۔''

<u>متعدد آراء:</u> الغرض قنوتِ وِتر کے متعلق علمائے حدیث کی مندرجہ ذیل آراء ہیں:

۱۔ غیر ہنگامی (جیسے وِتر کی) دعاء کے متعلق حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں:

''قنوتِ وِتر کے متعلق نبی اکرم ﷺ سے صحیح طور پر یہی ثابت ہے کہ رکوع سے پہلے ہے البتہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا عمل اس سے کچھ مختلف ہے۔ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس قسم کا اختلاف اپنے اندر جواز کا پہلو رکھتا ہے یعنی رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد دونوں طرح جائز ہے''۔[111]

۲۔ علاّمہ عبدالرحمٰن مبارکپوری علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

''وِتر میں قنوت ،رکوع سے پہلے اور بعد دونوں طرح جائز ہے۔ میرے نزدیک بہتر یہ ہے کہ رکوع کے بعد کی جائے''[112]

۳۔ علاّمہ عبیداللہ رحمانی فرماتے ہیں:

''قنوتِ وِتر رکوع سے پہلے اور بعد دونوں طرح جائز ہے البتہ میرے نزدیک بہتر یہ ہے کہ رکوع سے پہلے کی جائے، کیونکہ اس کے متعلق بکثرت احادیث منقول ہیں''۔[113]

۴۔ محدّث العصر الشیخ علاّمہ محمد ناصر الدین البانی لکھتے ہیں:

''نبی اکرم ﷺ جب کبھی وِتر میں دعاء کرتے تو رکوع سے پہلے اس کا اہتمام کرتے''۔[114]

مزید لکھتے ہیں:

''حاصلِ کلام یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے پایہء ثبوت کے ساتھ جو صحیح بات منقول ہے وہ یہ کہ وِتر میں دعائے قنوت رکوع سے پہلے ہو''۔[115]

ہاں اگر وِتر کی دعاء کو ہنگامی حالات کے پیشِ نظر قنوتِ نازلہ کی شکل دے دی جائے، تو رکوع کے بعد جواز کی گنجائش ہے، کیونکہ ایسا کرنا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ثابت ہے۔

مختصر یہ کہ رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد دونوں جگہوں میں سے جہاں بھی کوئی دعاء قنوت کرلے، جائز ہے البتہ قبل از رکوع اولیٰ ہے۔ کیونکہ حافظ ابن حجر عسقلانی فتح الباری میں لکھتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے محلِ قنوت کے بارے میں جتنی روایات آئی ہیں، انکے مجموعے سے معلوم ہوتا ہے کہ قنوتِ نازلہ تو بلا اختلاف رکوع کے بعد ہے اور بغیر حاجت وضرورت کے جو عام دعائے قنوت (وِتروں میں) ہے وہ رکوع سے پہلے ہی صحیح ہے۔ اگرچہ صحابہ کا اس سلسلہ میں اختلاف ہے۔[۱۱۶]

اس موضوع کی تفصیل ہفت روزہ الاعتصام میں ابو محمد حافظ عبد الستار الحماد کے مضمون میں بھی دیکھی جاسکتی ہے۔[۱۱۷]

نمازِ فجر میں قنوت: کیا نمازِ وِتر کے سواء دوسری کسی نماز مثلاً فجر میں بلاوجہ و بلا سبب سارا سال مسلسل قنوت پڑھی جاسکتی ہے؟

اس سلسلہ میں امام شافعیؒ و مالکؒ کا مسلک مشروعیّت کا ہے، جبکہ امام احمدؒ و ابو حنیفہؒ اسے غیر مشروع کہتے ہیں اور ان کا کہنا ہے کہ وِتروں کے سوا دعائے قنوت صرف اجتماعی مصائب کے ساتھ خاص ہے، جسے قنوتِ نازلہ کہا جاتا ہے۔

طرفین کے دلائل ذکر کرنے کے بعد علاّمہ عبید اللہ رحمانی شارح مشکاۃ لکھتے ہیں کہ میرے نزدیک راجح مسلک امام ابو حنیفہؒ و احمدؒ کا ہے، کیونکہ وِتروں کے سوا کسی نماز میں مسلسل قنوت کرنا کسی بھی مرفوع و صحیح حدیث سے ثابت نہیں۔[۱۱۸]

فجر میں قنوت پر دوام بدعت ہے جیسا کہ مسند احمد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، طحاوی، ابن ابی شیبہ طیالسی اور بیہقی میں حدیثِ مالک اشجعی میں ہے۔[۱۱۹]

دعاء قنوت کا طریقہ: (۱) ایک مرفوع مگر ضعیف حدیث اور بعض آ ثارِ صحابہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ قراءت مکمل کرنے کے بعد اللہ اکبر کہتے ہوئے اپنے دونوں ہاتھوں کو اٹھایا جائے۔ البتہ اللہ اکبر کہنے والی حدیث نا قابلِ حجت ہے۔

اور رفع یدین کے بارے میں محض آ ثارِ صحابہ رضی اللہ عنہم ہیں، جنہیں امام ابن ابی شیبہ نے مصنف میں روایت کیا ہے۔

نبی ﷺ سے مروی حدیث کوئی نہیں، لہٰذا بہتر یہی ہے کہ تکبیر کہے بغیر قراءت ختم کر کے قیام کی ہی حالت میں دعاء قنوت کی جائے۔

(۲) اس رفع یدین کی تعیین میں پھر دو احتمال ہیں کہ رفع یدین کر کے انہیں پھر باندھ لیا جائے یا انہیں اسطرح پھیلایا جائے جیسے دعاء مانگنے کیلئے ہاتھوں کو اٹھایا جاتا ہے۔ احناف کے نزدیک اس سے مراد رفع یدین کر کے دونوں ہاتھوں کو باندھ لینا ہے اور دوسروں کے نزدیک دعاء مانگنے کی طرح ہاتھوں کو پھیلانا ہے۔ کیونکہ قنوت بھی تو دعا ہی ہے۔ [۱۲۰]

☆ دعائے قنوت سے فارغ ہو کر اپنے دونوں ہاتھوں کو منہ پر پھیرنے والی ابوداؤد ، ابن ماجہ، طبرانی کبیر اور قیام اللیل مروزی کی روایت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما اور ترمذی کی روایت عمر رضی اللہ عنہ ضعیف ہیں۔ [۱۲۱]

لہٰذا وِتروں کی دعاء سے فارغ ہو کر اپنے ہاتھوں کو منہ پر پھیرنا غیر مشروع ہے۔

مسنون دعاء قنوت: مطلق دعائے قنوت کے بارے میں تو بکثرت صحیح احادیث موجود ہیں جن سے قنوت نازلہ کا نہ صرف فجر بلکہ نمازِ پنجگانہ میں ہی پڑھنا ثابت ہے۔ لیکن وہ صرف اجتماعی قسم کے مصائب کے موقع پر، اور خاص وِتروں کی نماز میں مانگی جانے والی دعائے قنوت

بھی سننِ اربعہ، مسند احمد، ابن حبان، دارمی، بیہقی، ابن خزیمہ اور مستدرک حاکم میں مذکور ہے، حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

((عَلَّمَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ کَلِمَاتٍ اَقُوْلُھُنَّ فِیْ قُنُوْتِ الْوِتْرِ))

”رسول اللہ ﷺ نے مجھے کچھ کلمات پر مشتمل دعاء سکھلائی تا کہ میں اسے وِتروں میں پڑھا کروں۔“

اس سے آگے اس دعاء کے کلمات ذکر کئے جو یہ ہیں:

((اَللّٰھُمَّ اھْدِنِیْ فِیْمَنْ ھَدَیْتَ وَعَافِنِیْ فِیْمَنْ عَافَیْتَ وَتَوَلَّنِیْ فِیْمَنْ تَوَلَّیْتَ وَبَارِکْ لِیْ فِیْمَا اَعْطَیْتَ وَقِنِیْ شَرَّمَاقَضَیْتَ فَاِنَّکَ تَقْضِیْ وَلَایُقْضٰی عَلَیْکَ اِنَّہٗ لَا یَذِلُّ مَنْ وَّالَیْتَ (وَلَا یَعِزُّمَنْ عَادَیْتَ) تَبَارَکْتَ رَبَّنَا وَتَعَالَیْتَ))

”اے اللہ مجھے ہدایت یافتہ لوگوں کی طرح ہدایت دے اور جن کو تو نے عافیت بخشی ہے انہی کی طرح مجھے بھی عافیت عطاء کر اور مجھے اپنے دوستوں کی طرح اپنا دوست بنالے اور جو کچھ تو نے مجھے عطاء فرمایا ہے اسمیں برکت ڈال دے اور جس شر و برائی کا تو نے فیصلہ فرمایا ہے اس سے مجھے محفوظ رکھ یقیناً تو ہی فیصلہ صادر فرماتا ہے تیرے خلاف فیصلہ صادر نہیں کیا جاسکتا اور جسکا تو والی بنا وہ کبھی ذلیل وخوار نہیں ہوسکتا اور وہ شخص معزز نہیں ہوسکتا جسے تو دشمن کہے، اے ہمارے پروردگار تو بڑا ہی برکت والا اور بلند و بالا ہے۔“

یہ الفاظ ابوداؤد و بیہقی میں ہیں۔ ۱۲۲

نسائی میں آخر میں یہ الفاظ ہیں:

((وَصَلَّى اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ مُحَمَّدٍ)) ۱۲۳

''اور حضرت محمد ﷺ پر درود بھیج۔''

اہلِ تحقیق کے نزدیک یہ آخری جملہ صحیح سند سے مرفوعاً ثابت نہیں البتہ حضرت ابی بن کعب اور معاذ انصاری رضی اللہ عنہما سے یہ ثابت ہے کہ عہدِ فاروقی میں لوگ دعائے قنوت کے آخر میں پڑھتے تھے لہٰذا مشروع ہے۔ ۱۲۴

یہ صیغہ اس وقت کیلئے ہے جب نمازی منفرد ہو اور اگر وہ لوگوں کو امامت کروا رہا ہو تو اسے چاہیئے کہ جمع کے صیغے استعمال کرے مثلاً:

﴿**اَللّٰهُمَّ اهْدِنِيْ فِيْمَنْ هَدَيْتَ**﴾ کی بجائے ﴿**اَللّٰهُمَّ اهْدِنَا فِيْمَنْ هَدَيْتَ**﴾ اسی طرح ﴿**وَعَافِنَا فِيْمَنْ عَافَيْتَ وَ تَوَلَّنَا فِيْمَنْ تَوَلَّيْتَ وَبَارِكْ لَنَا فِيْمَا اَعْطَيْتَ وَقِنَاشَرَّمَا قَضَيْتَ**﴾ اور اس سے آگے وہی کلمات ہیں جو پہلے صیغے میں گزرے ہیں۔ ۱۲۵

یہ دعاء کتنی پیاری ہے کہ بندہ اپنے خالق و مالک سے مخاطب ہو کر دستِ دعاء دراز کئے ہوئے کہتا ہے۔

اے اللہ! ہمیں ہدایت نصیب فرما منجملہ ان لوگوں کے جنہیں تو نے ہدایت دی اور ہمیں عافیت عطا فرما، منجملہ ان لوگوں کے جنہیں تو نے عافیت عطا فرمائی اور ہمارا ولی و کارساز بن، منجملہ ان لوگوں کے جن کا تو ولی و کارساز بنا، تو نے ہمیں جو نعمتیں عطا کر رکھی ہیں ان میں برکت عطا کر اور ہمیں اپنے فیصلہ کے شرّ سے محفوظ رکھ۔ اسلیئے کہ تو ہی فیصلہ کرتا ہے اور

تیرے مقابلہ میں کوئی دوسرا فیصلہ نہیں کرسکتا ہے۔ جسکا تو کارساز بن گیا وہ کبھی ذلیل نہیں ہوتا اور جسکا تو دشمن ہو گیا اسے کوئی عزت نہیں دے سکتا۔ اے ہمارے رب تو برکت والا اور بزرگ و برتر ہے اور اللہ اپنے نبی پر درود و سلام بھیجے۔

اس دعائے قنوت کے بارے میں امام ترمذیؒ نے ضُعف کا اشارہ دینے کے بعد لکھا ہے کہ دعائے قنوت کے متعلق نبی ﷺ سے اس سے قوی کوئی دوسری حدیث ثابت نہیں ہے۔ ۱۲۶

علّامہ ابن حزمؒ فرماتے ہیں: ''یہ حدیث بھی اگرچہ ان میں سے نہیں جو قابلِ حجت ہوں مگر اس سلسلہ میں اسکے سوا نبی ﷺ سے دوسری کوئی حدیث ثابت ہی نہیں'' اور بقول ابن حنبل: ''حدیث چاہے ضعیف ہی کیوں نہ ہو پھر بھی وہ ہمیں کسی کی ذاتی رائے سے زیادہ محبوب ہے''۔ ۱۲۷

ابن ابی شیبہ و بیہقی میں حضرت عمرو علی رضی اللہ عنہما کی طرف منسوب دعائے قنوت ﴿**اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْتَعِیْنُکَ وَنَسْتَغْفِرُکَ**﴾ ہے، لیکن یہ دعاءِ قنوتِ فجر ہے نہ کہ قنوتِ وِتر جیسا کہ بیہقی و ابن ابی شیبہ کی روایات میں صراحت موجود ہے۔ ۱۲۸

البتہ ابن ابی شیبہ و دارقطنی کی حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ والی روایت میں اسے نبی ﷺ کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ اور امام نوویؒ لکھتے ہیں کہ ان دونوں دعاؤں کو ایک ساتھ پڑھنا مستحبہ ہے اور ایک ساتھ پڑھنے کی شکل میں پہلے ﴿**اَللّٰھُمَّ اھْدِنَا فِیْمَنْ ھَدَیْتَ**﴾ اور پھر ﴿**اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْتَعِیْنُکَ وَنَسْتَغْفِرُکَ**﴾ پڑھے اور اگر صرف ایک دعاء پر اکتفاء کرنا ہو تو پھر صرف پہلی پر کرے جبکہ یہ بات محلِّ نظر ہے۔ نمازِ وِتر میں صرف ﴿**اَللّٰھُمَّ**

اھْدِنِیْ ﴾ والی دعاء ہی کرنی چاہیئے ۔۱۲۹؎

ایک وضاحت: نبی ﷺ وِتروں میں دعائے قنوت پر ہمیشگی نہیں کیا کرتے تھے، بلکہ کبھی کبھی دعاء کرتے تھے اور اس بات کی دلیل یہ ہے کہ آپ ﷺ سے وِتروں کی روایات بیان کرنے والے صحابہ رضی اللہ عنہم نے دعاء نقل نہیں کی، صرف حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے نقل کی ہے۔ اگر آپ ﷺ ہمیشہ دعاء کیا کرتے ہوتے تو سبھی رواۃ دعاء کا ذکر کرتے۔ اور یہ اس بات کی بھی دلیل ہے کی وِتروں میں دعاء کرنا واجب نہیں اور یہی جمہور اہلِ علم کا مذہب ہے۔ علماء احناف میں سے معروف محقق ابن الہمام نے فتح القدیر (۱/ ۳۶۹-۳۷۰ طبع احیاء الثر ات۔ بیروت) میں قولِ وجوب کے ضعف کا اعتراف کیا ہے۔۱۳۰؎

فضائلِ تہجد قرآن وسنت کی روشنی میں

قیام اللیل یا نمازِ تہجد کا حکم قرآن کریم میں بھی ہے، اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو حکم دیتے ہوئے سورہ ۱۶ الاسراء، آیت ۷۹ میں فرمایا:

﴿وَمِنَ اللَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهِ نَافِلَةً لَّكَ عَسٰى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَاماً مَّحْمُوْداً﴾

''اور رات کو تہجد پڑھو، یہ آپ ﷺ کیلئے نفل ہے، بعید نہیں کہ تمہارا رب تمہیں مقام محمود پر فائز کر دے۔''

یہاں حکم تو صرف نبی ﷺ کو دیا گیا ہے مگر عام مسلمان بھی اس میں داخل ہیں کیوں کہ ان سے آپ ﷺ کی اقتداء مطلوب ہے۔

سورہ ذاریات، آیت نمبر ۱۵، ۱۶، ۱۷ اور ۱۸ میں تہجد گزار لوگوں کے اوصاف اور انہیں ملنے والی نعمتوں کا ذکر کرتے ہوئے سورہ الاسراء، آیت ۷۹ میں فرمایا:

﴿اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ فِیْ جَنّٰتٍ وَّعُیُوْنٍ اٰخِذِیْنَ مَآ اٰتٰھُمْ رَبُّھُمْ اِنَّھُمْ کَانُوْا قَبْلَ ذٰلِکَ مُحْسِنِیْنَ کَانُوْا قَلِیْلاً مِّنَ الَّیْلِ مَایَھْجَعُوْنَ وَبِالْاَسْحَارِ ھُمْ یَسْتَغْفِرُوْنَ﴾

''بیشک اللہ سے ڈرنے والے متّقی لوگ باغوں اور چشموں میں ہونگے، وہاں ان نعمتوں کو پائیں گے جو انکا رب انہیں دے گا۔ بیشک وہ اس سے پہلے نیکوکار تھے۔ وہ راتوں کو بہت کم سوتے تھے اور بوقتِ سحر وہ اللہ تعالیٰ سے بخشش طلب کیا کرتے تھے۔''

سورہ فرقان، آیت نمبر ۶۳ اور ۶۴ میں انکی تعریفیں بیان کرتے، اور انہیں ابرار میں سے شمار کرتے ہوئے فرمایا:

﴿وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِیْنَ یَمْشُوْنَ عَلَی الْاَرْضِ ھَوْناً وَّاِذَاخَاطَبَھُمُ الْجٰھِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰماً وَالَّذِیْنَ یَبِیْتُوْنَ لِرَبِّھِمْ سُجَّدًا وَّقِیَاماً﴾

''اور اللہ کے بندے وہ ہیں جو زمین پر نرمی سے چلتے ہیں۔ اور جب جاہل قسم کے لوگ انکے منہ آئیں تو انہیں سلام کہتے ہوئے اپنی راہ لیتے ہیں جو اپنے رب کے حضور سجدے اور قیام میں راتیں گزارتے ہیں۔''

شب زندہ دار و تہجد گزار لوگوں کے ایمان کی شہادت دیتے ہوئے سورۂ سجدہ، آیت نمبر ۱۵، ۱۶ اور ۱۷ میں ارشاد فرمایا:

﴿اِنَّمَا يُؤْمِنُ بِآيٰتِنَا الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِهَا خَرُّوْا سُجَّدًا وَّسَبَّحُوْا بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ۝ تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا وَّمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۝ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ جَزَآءً بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴾

’’ہماری آیات پر تو وہ لوگ ایمان لاتے ہیں جنہیں یہ آیات سنا کر جب نصیحت کی جاتی ہے تو سجدے میں گر پڑتے ہیں اور اپنے رب کی حمد کے ساتھ اسکی تسبیح کرتے ہیں اور تکبر نہیں کرتے انکے پہلو بستروں سے الگ رہتے ہیں، وہ اپنے رب کو (اسکے عذاب سے) ڈرتے ہوئے اور (اسکی نعمتوں اور رحمتوں کی) امید کرتے ہوئے پکارتے ہیں اور جو رزق ہم نے انہیں دے رکھا ہے اسمیں سے خرچ کرتے ہیں، کوئی نہیں جانتا کہ آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچانے والی کتنی نعمتیں ان کیلئے چھپا کر رکھی ہوئی ہیں جو انکے نیک اعمال کا بدلہ ہونگی‘‘

قرآن کریم کے پانچویں مقام پر سورہ ٔ زمر، آیت ۹ میں تہجد گزاروں اور غفلت شعاروں کے مابین موازنہ کرتے ہوئے فرمایا:

﴿اَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ اٰنَآءَ الَّيْلِ سَاجِدًا وَّقَآئِمًا يَّحْذَرُ الْاٰخِرَةَ وَيَرْجُوْ رَحْمَةَ رَبِّهٖ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ﴾

’’بھلا جو شخص رات کی گھڑیوں میں عبادت میں لگا ہے، کبھی سجدہ کر رہا ہے اور کبھی

(نماز میں) کھڑا ہے، آخرت سے ڈرتا ہے اور اپنے مالک کی رحمت کی امید بھی رکھتا ہے (ایسے شخص کی روش بہتر ہے یا اسکی جو اسکے برعکس، اے پیغمبر!) کہہ دیجئے کہ کیا جاننے والے اور نہ جاننے والے (دونوں) برابر ہو سکتے ہیں؟ نصیحت صرف وہی مانتے ہیں جو صاحبِ عقل (وایمان) ہیں۔''

احادیث کی روشنی میں: قرآنِ کریم کے ان سب مقامات پر نمازِ تہجد ﴿قیام اللیل﴾ کی فضیلت بیان ہوئی ہے جبکہ صحیح مسلم اور سننِ اربعہ و مسند احمد میں ہے کہ نبی ﷺ سے پوچھا گیا کہ فرض نماز کے بعد کونسی نماز سب سے افضل ہے؟ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((اَلصَّلٰوۃُ فِیْ جَوْفِ اللَّیْلِ)) ۱۳۱

''آدھی رات کے بعد کی نماز (یعنی تہجد)''

ترمذی، ابن حبان، مسند احمد اور مستدرک حاکم میں (وصحّحہ) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے پوچھنے پر انہیں دخولِ جنت کا ذریعہ بتاتے ہوئے ارشاد فرمایا:

((اَفْشِ السَّلاَمَ وَاَطْعِمِ الطَّعَامَ وَصِلِ الْاَرْحَامَ وَصَلِّ بِاللَّیْلِ وَالنَّاسُ نِیَامٌ ثُمَّ ادْخُلِ الْجَنَّۃَ بِسَلاَمٍ)) ۱۳۲

''ہر کس و ناکس مسلمان کو سلام کہو، غریبوں کو کھانا کھلا و صلہ رحمی کرو اور راتوں کو اٹھ اٹھ کر اس وقت نمازیں پڑھو جبکہ لوگ سوئے ہوئے ہوں، اس طرح تم آرام سے جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔''

بخاری و مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ سے مروی روایات میں ہے کہ نبی ﷺ راتوں کو اتنا طویل قیام فرماتے کہ آپ ﷺ کے پاؤں سوجھ

جاتے۔آپ ﷺ سے عرض کیا گیا کہ آپ ﷺ کو تو اللہ تعالیٰ نے اگلے پچھلے تمام گناہ بخش دیئے ہوئے ہیں، پھر یہ مشقّت کیوں تو آپ ﷺ نے جواب فرمایا:

((اَفَلا اَکُوْنُ عَبْداً شَکُوْراً؟)) ۱۳۳؎

''کیا میں اپنے پروردگار کا شکر گزار بندہ نہ بنوں؟''

نبی ﷺ اگر رات کو تہجد نہ پڑھ سکتے تو صبح کے وقت بارہ رکعتیں پڑھ لیتے تھے۔اور دوسروں کیلئے بھی یہی حکم فرمایا۔ ۱۳۴؎

مسائلِ وِتر کے ضمن میں مختصراً یہ بات گزر چکی ہے کہ نبی اکرم ﷺ سے ایک سے لیکر تیرہ رکعت تک جو نماز ثابت ہے اسے قیام، اللیل، صلوۃ اللیل اور نمازِ تہجد بھی کہا گیا ہے۔اور وِتروں کی اس میں شمولیت کی وجہ سے پوری نماز ہی نمازِ وِتر کہلاتی ہے۔

وقت ورکعاتِ تہجد: نمازِ تہجد کا کوئی وقت معین نہیں' بلکہ عشاء کے بعد سے طلوع فجر کے مابین کسی بھی وقت یہ پڑھی جاسکتی ہے۔اس سلسلہ میں نبی اکرم ﷺ کا معمول یہ تھا کہ آپ ﷺ نے رات کے سب مختلف سبھی حصوں میں یہ نماز ادا فرمائی، جیسا کہ صحیح بخاری شریف میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

((کَانَ لَاتَشَاءُ اَنْ تَرَاهُ مِنَ اللَّیْلِ مُصَلِّیًا اِلَّا رَأَیْتَه' وَلاَ نَائِماً اِلَّا رَأَیْتَه')) ۱۳۵؎

''رات کے جس حصے میں تم چاہو' نبی ﷺ کو نماز پڑھتے دیکھ سکتے ہو اور جس حصے میں چاہو، آپ ﷺ کو سوئے ہوئے دیکھ سکتے ہو۔''

بخاری شریف میں ہی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کے تہجد کا وقت بتاتے ہوئے

فرماتی ہیں:

((یَقُوْمَ اِذَا سَمِعَ الصَّارُوْخَ)) ۱۳۶؎

''کہ آپ ﷺ اس وقت قیام فرماتے جب مرغ کی آواز سنتے۔''

فتح الباری میں حافظ ابن حجر نے دو مختلف قول نقل کیئے ہیں، کسی نے مرغ کی آواز نصف شب اور کسی نے آخری تہائی رات میں ذکر کی ہے۔ ۱۳۷؎

الغرض آپ ﷺ اپنی آسانی کے لحاظ سے جب نماز پڑھنا چاہتے ، پڑھ لیتے ،لیکن افضل یہ ہے کہ آخری تہائی میں تہجّد پڑھی جائے کیونکہ صحاح ستہ کی تمام ہی کتب میں ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

((یَنْزِلُ رَبُّنَا عَزَّوَجَلَّ کُلَّ لَیْلَۃٍ إِلیٰ سَمَاءِ الدُّنْیَا حِیْنَ یَبْقٰی ثُلُثُ اللَّیْلِ الآخِرِ مَنْ یَّدْعُوْنِیْ فَاَسْتَجِیْبَ لَہٗ؟ مَنْ یَّسْأَلُنِیْ فَاُعْطِیَہٗ؟مَنْ یَّسْتَغْفِرُنِیْ فَاَغْفِرُ لَہٗ)) ۱۳۸؎

''جب رات کا تہائی حصہ باقی رہ جاتا ہے تو ہمارا بزرگ و برتر پروردگار آسمانِ دنیا (یعنی پہلے آسمان) پر اترتا ہے۔اور کہتا ہے: ہے کوئی مجھ سے دعاء کرنے والا کہ میں اسکی دعاء قبول کروں؟ ہے کوئی سوال کرنے والا کہ میں اسکا سوال پورا کروں؟ ہے کوئی بخشش چاہنے والا کہ میں اسے بخش دوں؟''

جبکہ نسائی، ابن خزیمہ اور مستدرک حاکم میں ارشادِ نبوی ہے کہ رات کے آخری حصہ میں بندہ اپنے رب کے سب سے زیادہ قریب ہوتا ہے۔ ۱۳۹؎

بخاری و مسلم، ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ میں ارشادِ نبوی ہے:

((اَحَبُّ الصَّلٰوۃِ إِلیٰ اللّٰہِ صَلٰوۃُ دَاو' دَ))

''اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ محبوب نماز حضرت داوٗد علیہ السلام کی نماز ہے۔''

آ گے ان کی نماز کی کیفیت اور وقت بتاتے ہوئے فرمایا:

((کَانَ یَنَامُ نِصفَ اللَّیْلِ ' وَیَقُوْمُ ثُلُثَہ'، وَیَنَامُ سُدُسَہ'.)) ۱۴۰

''وہ رات کا نصف حصہ سوتے تھے اور تہائی رات نماز پڑھتے تھے اور پھر رات کا چھٹا حصہ سوتے تھے۔''

تہجد کے وقت کی طرح ہی اسکی رکعتوں کی تعداد میں بھی کوئی حد معین نہیں، البتہ افضل یہ ہے کہ گیارہ رکعتوں کی پابندی کرے، کیونکہ صحیح بخاری و مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے:

((مَاکَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ یَزِیْدُ فِیْ رَمَضَانَ وَلَافِیْ غَیْرِہٖ عَلٰی إِحدٰی عَشْرَۃَ رَکْعَۃً.)) ۱۴۱

''نبی اکرم ﷺ رمضان یا کسی دوسرے مہینے میں گیارہ رکعتوں سے زیادہ نہیں پڑھا کرتے تھے۔''

ان گیارہ رکعتوں میں ہی تین وِتر بھی شامل ہوتے جیسا کہ اسی حدیث میں '' ثُمَّ یُصَلِّیْ ثَلَاثاً '' سے پتہ چلتا ہے یہ آپ ﷺ کے عام معمول کی بات ہے، ورنہ صحیح بخاری شریف میں خود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہی کم وبیش رکعتیں بھی ثابت ہیں ﴿ بَابُ کَیْفَ کَانَ صَلوٰۃُ النَّبِیِّ ﷺ وَکَمْ کَانَ النَّبِیُّ ﷺ یُصَلِّیْ مِنَ اللَّیْلِ ﴾ میں تیرہ، گیارہ، نو اور سات رکعتوں کا ذکر بھی موجود ہے۔

نمازِ تہجد کے آداب بیان کرتے ہوئے بعض لوگ اتنا تشدّد سے کام لیتے ہیں کہ آدمی ڈر جاتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ جو آدمی تہجد شروع کرے، اسے پھر چھوڑنا ہرگز نہیں چاہیئے بلکہ وہ بلاناغہ مسلسل پڑھتا رہے ورنہ یہ اور وہ ہوگا۔ حالانکہ ایسی کوئی بات نہیں، اپنی گنجائش اور توفیق کے مطابق عمل کیا جاسکتا ہے، البتہ افضل یہ ہے کہ کوئی بھی نیک کام شروع کریں تو پھر اس پر کاربند رہیں، کیونکہ نبی ﷺ کی عادتِ مبارک یہی تھی کہ آپ ﷺ جب کسی کام کو شروع کرتے تو اس کی پابندی فرماتے اور اللہ تعالیٰ کے یہاں کسی عمل کے محبوب ہونے کی بھی یہی علامت بتائی:

((اَدْوَمُہٗ وَاِنْ قَلَّ)) [۱۴۲]

''کہ وہ دائمی ہو چاہے تھوڑا سا ہی کیوں نہ ہو۔''

لہٰذا ہمیشگی کی کوشش ہونی چاہیئے ورنہ جس قدر بھی ممکن ہو، غنیمت ہے۔

وباللہ التوفیق

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ابوعدنان محمد منیر قمر نواب الدین

ترجمان سپریم کورٹ۔ الخبر

وداعیہ متعاون، مراکز دعوت وارشاد

الدمام، الخبر، الظہران (سعودی عرب)

حاشیہ جات

۱ الإرواء ۲/۱۵۶ وصحّحہ

۲ ابوداؤد، ترمذی، نسائی، شرح السنہ وتحقیقہ ۴/۱۰۲،۹۷، الفتح الربانی مختصراً ۴/۲۷۳-۲۷۸
قال الشوکانی :حسّنہ الترمذی وصحّحہ الحاکم، النیل ۲/۳/۲۹

۳ النیل ۲/۳/۲۹۔

۴ حوالہ سابقہ ص۳۰۔

۵ بحوالہ بالا' قال الحاکم: ھذا حدیث صحیح وضعفہ الالبانی ،الارواء ۲/۱۴۶

۶ حوالہ سابقہ ایضاً۔

۷ الحدیث صحّحہ الالبانی دون ھذہ الکلمات، انظر الارواء ۲/۱۵۶

۸ بزار بحوالہ النیل ۲/۳/۳۰

۹ بحوالہ النیل ۱/۱/۲۳۴، ۲/۳/۲۳۴

۱۰ النیل ۱/۱/۲۳۱

۱۱ نیل الاوطار ۱/۱/۲۳۱

۱۲ متفق علیہ، النیل ۱/۱/۲۳۴

۱۳ شرح السنہ ۴/۱۰۳

۱۴ الفتح ۲/۴۸۹ دارا لافتاء

۱۵ بحوالہ فقہ السنہ اردو ۱/۲۷۸ محمد عاصم

۱۶ نقلہ الشوکانی عن العراقی، النیل ۲/۳/۳۱

۱۷ حوالے گزر گئے ہیں۔

۱۸ بخاری مع الفتح ۲/۴۸۹، النیل ۲/۳/۲۹

۱۹ شرح السنہ وتخریجہ ۴/۱۰۳

۲۱ فتح الباری ۲/۴۸۹۔

۲۲ انظر تخریجہ في الارواء ۱۵۷-۱۵۶

۲۳ صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ترمذی۔

۲۴ ارواء الغلیل ۲/۱۵۲۔

۲۵ مختصر مسلم ص۱۰۸، الفتح الربانی ۴/۲۸۷

۲۶ بخاری فی صیام البیض وصلوٰۃ الضحیٰ ومسلم فی صلوٰۃ الضحیٰ، کتاب صلوٰۃ المسافرین وشرح السنہ بغوی ۴/۹۰

۲۷ شرح السنہ ۴/۹۳-۹۴ وتحقیقہ وصحّحہ محققوہ وحسنہ الحافظ فی الفتح ۲/۴۸۱ دار الإفتاء

۲۸ بخاری مع الفتح ۲/۴۸۸

۲۹ التحفہ ۲/۵۷۶ مدنی

۳۰ مسلم، مسند احمد، ترمذی، ابوداؤد ،نسائی وغیرہ، بحوالہ التحفہ ۲/۵۷۷، فتح الباری ۲/۴۸۰ والدارمی باسناد صحیح، کما فیتحقیق المشکاۃ ۱/۴۰۱۔

۳۱ تفصیل کیلئے دیکھئے: تحفۃ الاحوذی ۵۷۷-۵۷۸ مدنی، نصب الرایہ ۲/۱۳۷، زادالمعاد ۱/۳۳۳، نیل الاوطار ۳۸/۳/۲، سبل السلام، صفۃ صلاۃ النبی ﷺ، الصحیحہ حدیث: ۱۹۹۳ کمافی الصفۃ وانظر مشکاۃ الالبانی ۱/۴۰۰-۴۰۱، محلی ابن حزم بتحقیق احمد شاکر ۴۹/۳/۲، ۵۰ بیروت۔

۳۲ تفصیل کیلئے: شرح السنہ ۴/۹۳-۹۵، تحفۃ الاحوذی ۲/۵۷۴-۵۷۷، فتح الباری ۲/۴۸۰-۴۸۱، نیل الاوطار ۲/۳/۱۴۵-۱۴۷، المغنی ۲/۱۶۳، عون المعبود ۴/۳۱۴-۳۱۵

۳۳ النیل ۲/۳/۲۶

۳۴ النیل ۲/۳/۲۶، زادالمعاد و تحقیقہ ۱/۳۰۹، الضعیفہ للالبانی ۲/۳۵۲، الارواء ۲/۱۸۸، ۱/۲۹۴، محلی ابن حزم ۱/۲/۲۹۴، ۲/۳/۲-۶، نصب الرایۃ ۲/۱۵۷-۱۶۰

۳۵ ترمذی مع التحفہ ۲/۵۶۸، تحفہ ۲/۵۶۸-۵۷۰ مدنی، المشکاۃ ۱/۳۹۷-۳۹۹-الارواء ۲/۱۵۳، نیل الاوطار ۲/۳/۴۷-۴۸ بذل المجہود ۴/۳۳۷ طبع ثالث بیروت

۳۶ رواہ الجماعۃ، النیل ۲/۳/۳۱، مشکاۃ ۱/۳۹۴

۳۷ مشکاۃ وصحّحہ ۱/۳۹۶، نیل الاوطار ۲/۳/۲۹-۳۰

۳۸ نیل الاوطار ۲/۳/۳۳، تحفۃ الاحوذی ۲/۵۵۶ مدنی

۳۹ مشکاۃ ۱/۳۹۹ محقق

۴۰ راجع للتفصیل التحفہ مدنی

۴۱ تحفۃ الاحوذی ۲/۵۵۵-۵۵۷-۵۵۸

۴۲ حوالاجات گزر گئے ہیں۔

۴۳ بخاری شریف

۴۴ بخاری مع الفتح ۲/۴۷۸

۴۵ ایک رکعت وِتر پر بتیراء ہونے کا اعتراض اور اس کا علمی رد نیل الاوطار ۲/۳/۳۲ ـ ۳۳ طبع بیروت محلی ۳۳ طبع بیروت محلی ابن حزم ۲/۳/۵۴ طبع بیروت بتحقیق احمد شاکر میں دیکھیں۔

۴۶ بخاری مع الفتح ۳/۳۳، تحفہ الأحوذی ۲/۵۴۹، النیل ۲/۳/۳۵

۴۸ مشکاۃ ۱/۳۹۶ وصحّحہ، النیل ۲/۳/۲۹-۳۰۔

۴۹ نیل الاوطار ۲/۳/۳۶، شرح السنہ ۴/۷۷-۷۸، مشکاۃ ۱/۳۹۴

۵۰ مشکاۃ ۱/۳۹۶، وصحّحہ، نیل الاوطار ۲/۳/۲۹

۵۱ نیل الاوطار ۲/۳/۳۶

۵۲ انظر النیل ۲/۳/۳۷۔

۵۳ النیل ۲/۳/۲۷، شرح السنہ ۴/۸۰، الفتح الربانی ۴/۲۹۷-۲۹۸

۵۴ الترمذی مع التحفہ ۲/۵۴۵ مدنی،مستدرک حاکم ۱/۳۰۶ وقال: واصحہا وِترہ (ص) برکعۃ واحدۃ،انظر: قیام اللیل للمروزی ص۸۸،فتح الباری ۲/۴۷۹-۴۸۰

۵۵ فتح الباری۲/۴۸۴،الفتح الربانی۴/۲۹۷-۲۹۹

۵۶ المحلّٰی ۲/ ۳/۴۲،النیل۲/۳/۳۱

۵۷ المحلّٰی ۲/۳/۴۲،النیل۲/۳/۳۶، شرح السنہ۴/۷۷-۷۸

۵۸ المحلّٰی ص ۴۳ والنیل ص۳۳

۵۹ المحلّٰی ایضاً والنیل ص ۳۱ وشرح السنہ ۴/۸۵ عن عائشہ رضی اللہ عنہا

۶۰ المحلّٰی ص۴۴،النیل ص۳۷،شرح السنہ۴/۸۰

۶۱ المحلّٰی ص۴۵،النیل ص۳۱،شرح السنہ۴/۷۸

۶۲ المحلّٰی ص۴۵،النیل۲/۳/۳۷، شرح السنہ۴/۸۰

۶۳ المحلّٰی ص۴۵-۴۶،النیل ص ۳۷-۳۸

۶۴ المحلّٰی ۶ ۱۴،النیل ص۳۱

۶۵ المحلّٰی ص۴۶،النیل ص۳۶، شرح السنہ ۴/۷۸

۶۶ المحلّٰی ص۴۸،النیل ص۳۳

۶۷ شرح السنہ۴/۷۹

۶۸ بحوالہ التحفہ۲/۵۵۵

۶۹ بحوالہ التحفہ ایضاً۲/۵۵۷

۷۰ الارواء۲/۱۵۰ ،ابن حبان حدیث ۶۷۸من الموارد و قواہ الحافظ فی الفتح ۲/۴۸۲

۷۱ بخاری مع الفتح ۲/۴۷۷، الارواء۲/۱۴۹

۷۲ فتح الباری ۲/۸۲ والنیل ۲/۳/۳۳

۷۳ المغنی۲/۱۵۷،شرح السنہ ۴/۸۳

۷۴ الفتح الربانی۴/۲۹۴ فی الشرح، التحفہ ۲/۵۵۳

۷۵ انظر فتح الباری ۲/۴۸۱

۷۶ مشکاۃ۱/۳۹۴

۷۷ للتفصیل المرعاۃ ۳/۲۰۱-۲۰۲

۷۸ شرح السنہ وخاصۃً تحقیقہ۴/۸۳-۸۴،المحلّٰی ۲/۳/۴۸

۷۹ الفتح الربانی ۴/۲۹۵-۳۰۳، زادالمعاد۱/۳۳۰

۸۰ للتفصیل: المرعاۃ۳/۲۰۰

۸۱ شرح السنہ وتحقیقہ۴/۹۸-۹۹، نیل الاوطار ۲/۳/۴۲،الفتح الربانی ۴/۳۰۵

۸۲ شرح السنہ۴/۹۹

۸۳ للتفصیل التحفہ۲/۵۶۰-۵۶۱، صِفہ صلوٰۃ النبی ﷺ للالبانی

۸۴ شرح السنہ ۴/۹۸،الفتح الربانی ۴/۳۰۵، النیل۲/۳/۴۲

۸۵ الفتح الربانی ۴/۳۰۵ وشرحہ

۸۶ تحقیق زادالمعاد۱/۳۳۲ وصحّحہ،

۸۷ الارواء۲/۱۶۷وصحّحہ ٬النیل۲/۳/۴۴و

حسنہ٬زادالمعاد۱/۳۳۴، ابن ماجہ حدیث:۱۱۸۲٬

دارقطنی ۲/۳۱،بیہقی ۳/۴۱

۸۸ کتاب التوحیدلابن مندہ۲/۹۱

۸۹ دارقطنی۲/۳۲

۹۰ مصنف ابن ابی شیبہ۲/۳۰۳

۹۱ نصب الرایۃ ۲/۱۲۴٬ الجوہرالنقی ۳/۴۱

۹۲ بیہقی ۳/۴۱

۹۳ بخاری شریف

۹۴ ارواءالغلیل۳/۱۶۱ ۹۵ الجوھرالنقی ۳/۴۱

۹۶ تحقیق زادالمعاد ۱/۳۳۲وصحّحہ

۹۷ مصنف ابن ابی شیبہ۲/۳۰۶ ۹۸حوالہ مذکورہ۔

۹۹ مصنف ابن ابی شیبہ۲/۳۰۲

۱۰۰ الارواء۲/۱۶۰۔۱۶۴۔

۱۰۱ حاکم۳/۱۷۲٬بیہقی ۳/۳۸٬۳۹٬الارواء۲/۱۶۸۔۱۶۹

۱۰۲ مرعاۃالمفاتیح۳/۲۱۳

۱۰۳ ارواءالغلیل۲/۱۷۷۔

۱۰۴ التلخیص الحبیر۲/۲۴۹

۱۰۵ کتاب التوحید ابن مندہ۲/۱۹۱

۱۰۶ بیہقی ۳/۳۹

۱۰۷ بیہقی ۳/۳۹

۱۰۸ تحقیق زادالمعاد۱/۲۵۶٬ تحفۃالاحوذی۲/۵۶۶۔

۱۰۹ تحفۃالاحوذی۲/۵۶۶٬نیل الاوطار۲/۴۵٬ قال العراقی

سندہ جید۔

۱۱۰ ابن ماجہ حدیث نمبر:۱۱۸۳۔

۱۱۱ فتح الباری۲/۴۹۱

۱۱۲ تحفۃ الاحوذی ۱/۲۴۳

۱۱۳ مرعاۃ المفاتیح۳/۲۱۴۔

۱۱۴ صفۃ الصلوٰۃ ص۱۷۹ طبع جدید

۱۱۵ ارواءالغلیل ۲/۱۶۲

۱۱۶ فتح الباری۲/۴۹۱

۱۱۷ ہفت روزہ الاعتصام جلد۴۴ شمارہ ۵ بابت ۲۵ رجب

۱۴۱۲ھ بمطابق ۳۱ جنوری ۱۹۹۲ء

۱۱۸ المرعاۃ۳/۲۲۰

۱۱۹ الارواء۲/۱۸۶وصحّحہ ،المرعاۃ۳/۲۲۳

۱۲۰ للتفصیل تحفۃالاحوذی۲/۵۶۴۔۵۶۷مدنی

۱۲۱ للتفصیل: ارواءالغلیل ۲/۱۷۸۔۱۸۲

۱۲۲ الفتح الربانی۴/۳۱۱٬ارواءالغلیل ۲/۱۷۲

﴿ نَسْتَغْفِرُکَ وَنَتُوْبُ اِلَیْکَ﴾ کے کلمات حدیث

سے ثابت نہیں ہیں۔

۱۲۳ سنن نسائی بشرح السیوطی وحاشیہ السندھی ۲/۳/۲۴۸ طبع دارالفکر بیروت

۱۲۴ زادالمعاد محقق ۱/۳۳۳،ارواء الغلیل ۲/۱۷۰۔۱۷۶'الفتح الربانی ۴/۳۱۱،صفۃ صلاۃ النبی ﷺ ص ۱۰۷

۱۲۵ الارواء ۲/۱۷۲

۱۲۶ ترمذیع التحفہ ۲/۵۶۴

۱۲۷ المحلّٰی ابن حزم

۱۲۸ ارواءالغلیل ۲/۱۷۰۔۱۷۲

۱۲۹ الفتح الربانی ۴/۳۱۴

۱۳۰ صفۃ صلاۃ النبی ﷺ ص ۱۰۷

۱۳۱ الفتح الربانی ۴/۲۳۲۔

۱۳۲ حوالہ سابقہ ص ۲۳۴

۱۳۳ الفتح الربانی ۴/ ۳۳۷-۳۳۸-۳۳۹

۱۳۴ نیل الاوطار ۲/۳/۴۹

۱۳۵ بخاری مع الفتح ۳/۲۲۔

۱۳۶ بخاری مع الفتح ۳/۱۶۔

۱۳۷ فتح الباری ۳/۱۷

۱۳۷ فتح الباری ۳/۱۷

۱۳۸ رواہ الجماعہ، فقہ السنہ سید سابق ۱/۲۰۳

۱۳۹ حوالہ سابقہ

۱۴۰ بخاری مع الفتح ۳/۱۶'فقہ السنہ ۱/۲۰۴

۱۴۱ بخاری مع الفتح ۳/۳۳'فقہ السنہ ۱/۲۰۵

۱۴۲ فقہ السنہ ۱/۲۰۲۔۲۰۳